بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قال اللّٰہ تعالیٰ وَارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ (سورۃ البقرۃ ۴۳)

اللہ عزوجل کا حکم ہے کہ رکوع میں مل جاؤ۔

امام کے ساتھ رُکوع میں مل جانے سے رُکوع کی رکعت ہو جاتی ہے

تلخیص : اِدۡرَاکُ الرَّکۡعَةِ بِاِدۡرَاکِ الرُّکُوۡعِ مَعَ الۡاِمَامِ

مؤلف : **فضیلة الشیخ عثمان جمعه ضمیریه**

نظر ثانی : **فضیلة الشیخ محمد صالح عثیمین**

ترجمہ و تلخیص : شیخ حافظ محمد الیاس عبد القہار

اس کتاب میں رسالہ

امام کے ساتھ رکوع میں مل جانے سے رکعت ہو جانے کا مدلل ثبوت

از : فضیلۃ العلام مولانا عبد الواحد السلفی

(امام جماعت غرباء اہلحدیث ہند)

بھی شامل ہے۔

ناشر: دار الکتاب والسنہ جماعت غرباء اہلحدیث دہلی۔۶

ملنے کا پتہ: مدرسہ محمدیہ و مسجد ممبئی۔۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

زیرِ نظر کتاب "ادراك الركعة بادراك الرّكوع مع الامام" کا خلاصہ و ترجمہ ہے کتاب کے مؤلّف فضیلۃ الشیخ عثمان جمعہ ہیں، جنہوں نے بڑی محنت اور کوشش سے اس علمی و تحقیقی موضوع پر قلم اُٹھایا ہے۔ اور بڑی وضاحت کے ساتھ رکوع کی رکعت ماننے اور نہ ماننے والوں ہر دونوں فریق کے دلائل کو ذکر کرکے رکوع کی رکعت ہوجانے کو احادیث صحیحہ اور صحابہ کرام و تابعین عظام کے عمل سے صحیح اور راجح قرار دیا ہے۔ پھر اس کتاب پر سعودیہ عربیہ کے مشہور و معروف عالم دین اور محقق فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح عثیمین نے نظرِ ثانی فرمائی ہے جس سے کتاب کی اہمیت و افادیت میں مزید اضافہ ہوگیا ہے

فائدہ عامہ اور خدمت دین کے جذبہ سے اس کتاب کا اُردو میں ترجمہ شیخ حافظ محمد الیاس نے کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری کوششوں کو قبول فرمائے اور مزید دین متین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے، آمین

برائے ایصالِ ثواب

گھانچی (فاطمہ بائی) سلیمان [illegible] رحمۃ اللہ علیہا



مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ
مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَسَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا
مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ
مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ
تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝

ترجمہ: لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیئے، اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دیکر تم ایک دوسرے اپنے حق مانگتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔ یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ
لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ
فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کیا کرو، اللہ تمہارے قصوروں کو درگزر فرمائے گا، جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

ایک مؤمن کی دلی خواہش و آرزو، قلبی سکون اور نفس کی خوشی اس بات میں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کی نوجوان نسل کو شیطان اور دشمنانِ اسلام کے مکر و فریب سے محفوظ اور مامون دیکھے اور اللہ تعالیٰ شریعت محمدی پر انھیں ثابت قدم رکھے وہ دین حق پر جمے رہیں، اللہ کی کتاب قرآن مجید فرقان حمید اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث مطہرہ کو مضبوطی سے تھامے رہیں اور اپنی زندگی کے شب و روز آپ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں بسر کریں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ دین کی جستجو و تحقیق نوجوانوں میں بڑھ رہی ہے اور وہ دینی اُمور میں حتی الامکان صحیح مسئلہ کی تلاش اور جستجو میں رہتے ہیں یہ بڑا اچھا اور اُمید افزا رجحان ہے۔

نماز جو کہ اسلام کا ایک اہم رکن اور دین کا ستون ہے اور بندوں پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایک اہم فریضہ ہے، عبد و معبود کے درمیان رابطے کا اہم ذریعہ ہے اور حق تعالیٰ کی عبادت کا خاص مظہر ہے۔ چنانچہ لوگوں کی بہت بڑی تعداد دینی جذبے اور شوق و محبت سے نماز کے تمام احکامات و مسائل کے جاننے کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور صحیح بات تک پہنچنے کے لئے صحیح دلیل شرعی کے متلاشی رہتے ہیں۔ کیونکہ شرعی احکامات کے لئے صحیح دلیل کا ہونا ضروری ہے ورنہ بغیر دلیل کے اس حکم کی کوئی قدر و قیمت نہیں، ٹھیک اور صحیح دلیل ہی سے دل مطمئن ہوتا ہے چنانچہ بعض مسائل و احکام میں علماء، سلف صالحین رحمہم اللہ اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان مختلف آراء اور نقطۂ نظر رہا ہے۔

چنانچہ بعض حضرات نے ان مختلف فیہ مسائل کے اندر جو ظاہری دلیل دیکھی اس کے مطابق عمل کیا۔ بعض حضرات نے ان مسائل کے اندر دوسری رائے رکھنے والوں پر اعتراضات کیئے بلکہ ان کے خلاف سخت کلمات کہے اور ان کی عقل و فہم کو ناقص جانا، اپنے مخالف رائے رکھنے والوں کے لیئے ان کی مخالفت میں اچھا خاصا زور لگایا اور اپنا وقت برباد کیا جبکہ یہ باتیں غیر مناسب اور بے فائدہ ہیں۔

دینی مسائل اور شرعی احکامات کے لیئے ہمارے قابلِ قدر سلف صالحین نے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں احادیث کو پرکھنے کے لیئے اُصول و قواعد وضع کیئے ہیں۔ احکام فقہی اور فروعی مسائل کے سلسلہ میں بڑی کوشش اور محنت کی ہے بعض مسائل و احکام میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے سے اختلاف رہا ہے وہ مسائل جن کے بارے میں اکثر و بیشتر سوالات و استفسار کیئے جاتے ہیں، اور اپنی رائے اور نقطۂ نظر کو ثابت کرنے کے لیئے اچھی خاصی محنت کی جاتی ہے اور پھر یہ مسائل اختلاف و انشقاق کا باعث بنتے ہیں ان میں ایک اہم مسئلہ رکوع کی رکعت کا بھی ہے یعنی نماز باجماعت کے اندر کوئی شخص رکوع کی حالت میں شامل ہو تو اسکی یہ رکعت ہوگی یا نہیں؟ چنانچہ میں نے چاہا کہ اس اہم مسئلہ پر قلم اُٹھاؤں اور حق کے متلاشی کے لیئے مختصر انداز میں دونوں فریق کی آراء کو دلائل کے ساتھ ذکر کروں اور پھر دونوں آراء کے دلائل تحقیق اور صحیح صورت حال سامنے رکھوں جس سے اِنْ شاء اللہ راجح اور صحیح بات سب پر واضح ہو جائے گی۔

ان صفحات میں آپ جو کچھ ملاحظہ فرمائیں گے یہ سلف صالحین

رحمہم اللہ کی آراء دقیقہ و دلائل مفیدہ کا لُبّ لباب اور نچوڑ ہے ۔ اور اس میں شک و شبہہ کی گنجائش نہیں کہ سلف صالحین رحمہم اللہ نے شرعی احکامات و نصوص کے معانی سمجھنے میں اور انکی باریک گتھیاں سلجھانے میں بڑی محنت اور کوشش کے ساتھ ساتھ علمی امانت کی بڑی ایمانداری تقویٰ طہارت کے ساتھ حفاظت کی ہے اور اسے دوسروں تک پہنچایا ہے اور محض اپنی بات اور دلیل کو مضبوط اور پختہ کرنے کے لئے نفسانی خواہشات اور رجحانات سے کوسوں دُور رہے ہیں لہذا ان کے دلائل اور آراء کے سلسلہ میں ہمیں بھی نہایت احتیاط سے کام لینا چاہیئے اور ان کے ساتھ نہایت ادب عقیدت و محبت کے اظہار کے ساتھ ان کی علمی کاوشوں سے بھرپور استفادہ کرنا چاہیئے کیونکہ شرعی احکامات علمی اور دینی امانت ہیں ان کو حق اور صحیح پاتے ہوئے وسیع القلبی اور اعلیٰ ظرفی کے ساتھ قبول کر کے ان پر عمل پیرا ہو جانا چاہیئے ورنہ خدانخواستہ یہی علم قیامت والے دن صاحب علم پر حجت اور دلیل بن جائے گا اور اس کے خلاف گواہی دیگا ۔

جب ہماری کوشش و مساعی حق کی تلاش و تحقیق ہے اور علماءِ حق و خادمین دین کی نصرت و تائید ہے تو پھر لازماً امانت داری کا یہ تقاضا ہے کہ میں محبت اور دل کی گہرائیوں سے اپنے ان گرامی قدر اخوان و علماء کا شکریہ ادا کروں اور ان کے لئے دعا کروں جنہوں نے میرے اس مقالے کا بغور مطالعہ کیا اور تحقیق فرمائی اور اپنے گراں قدر خیالات اور ملاحظات سے نوازا، میں نے انکے قیمتی نوٹس سے بھرپور استفادہ کیا اور اجمالاً اسے اس مقالہ کی زینت بنایا

بلکہ اسی کی روشنی اور رہنمائی میں اپنی اس کتاب کو مزید تحقیق و دلائل سے مزین و آراستہ کیا اور اس تحقیقی بحث و مقالے میں قدرے اضافہ ہوا آخر میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا گو ہوں کہ ہمیں اسکا واجبی شکر ادا کرنے میں تقصیر و کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور اپنے انعام و اکرام کی بارش ہمارے اوپر برابر برساتا رہے اور ہمیں لوگوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لیے خیر اُمت بنا دے، ہمیں اپنی کتاب قرآن مجید کے فہم و عمل سے نواز دے، اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اور آپ کے عمل کو ہمارے دل و جان کی خوشی و مسرت و محبت بنا دے تاکہ ہم ان کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اپنی زندگی بسر کریں[1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، قُلْ عَسَىٰٓ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّى لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا ۝ اور کہہ دیجیے کہ اُمید ہے میرا رب مجھے اس سے بھی بہتر ہدایت کی باتیں بتائے[2]

الطائف ۴/ ۵/ ۱۴۰۶ھ
عثمان بن جمعہ ضمیریۃ

---

[1] امام شافعی کی کتاب الرسالۃ ص ۹ سے اقتباس

[2] سورۂ کہف آیۃ : ۲۴ ،

تمہید

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت اور اطاعت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ عبادت کی جتنی شکلیں اور صورتیں ہیں یا جتنی اقسام و انواع ہیں یہ انسان کا اللہ کی بندگی اس کے سامنے عاجزی و انکساری کا مظہر اور اس کرۂ ارض پر انسان کی پیدائش و تخلیق کا حقیقی مقصد و غایت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نماز کو تمام عبادتوں کی اساس اور دین اسلام کا اہم ستون بنایا ہے، گویا نماز کے بغیر انسان کا دین اسلام مکمل ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے جتنے فرائض و واجبات مقرر فرمائے ہیں نماز ان سب میں رکن اعظم ہے۔ چنانچہ نماز کی اہمیت و غایت بڑے عالیشان انداز میں بیان کی گئی ہے اس کے حکم کو الگ اور مستقل طور پر بیان کرکے اُجاگر کیا گیا اور دوسری اہم عبادات کے ساتھ بھی بار بار اس کی اہمیت اور فرضیت سے آگاہ کیا گیا ہے۔

نماز کے ادا کرنے پر انعام واکرام اور جنت کی بشارت دی گئی ہے اور اس میں سستی کاہلی اور بے توجہی پر تنبیہ کی گئی ہے، اور اسے ضائع کرنے اور نہ پڑھنے پر بڑی سخت وعید اور عذاب سے ڈرایا گیا ہے، بلکہ ایمان و کفر میں فرق اور امتیاز کی واضح علامت اور نشانی نماز ہی کو مقرر و متعین کیا گیا ہے۔

پھر نماز کی کامل ادائیگی اور پورا پورا اجر و ثواب نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنے میں رکھا گیا ہے اسی لئے دین اسلام میں نماز باجماعت

پڑھنے پر شوق و رغبت دلائی گئی ہے اور نماز باجماعت کو دین اسلام کا واضح اور کھلا شعائر اور علامت بتایا گیا ہے نماز باجماعت کو پامال اور برباد کرنے والوں کے ساتھ قتال و جہاد کی اجازت دی گئی ہے۔

باجماعت نماز کو مساجد کے ساتھ خاص کیا گیا ہے وہیں سے اذان کی صدا بلند ہوتی ہے اور پھر باجماعت نماز قائم کر کے انھیں جسمانی و روحانی طور پر شاداب و آباد رکھا جاتا ہے اسی لئے شارع اسلام نے نماز کے وقت مسجد میں آنے کے لئے خاص آداب اور طریقے بتائے ہیں۔ بڑے ادب و وقار اور اطمینان و خاموشی کے ساتھ مسجد میں آیا جائے اور بھاگ دوڑ کر شور و غل کرتے ہوئے مسجد میں آنے سے منع کیا گیا ہے۔

نماز پڑھنے والا جب اکیلا نماز پڑھتا ہے تو اسے منفرد کہا جاتا ہے، اور جماعت کے ساتھ نماز میں امام اور اسکے مقتدی ہوتے ہیں امام، مقتدی اور منفرد ان سب کے بعض احکام و مسائل خاص اور ممتاز ہیں چنانچہ مقتدی تکبیرۃ احرام یعنی شروع نماز سے آخر تک باجماعت امام کے ساتھ نماز پڑھے گا یا اس سے چند رکعتیں یا نماز کا کچھ حصہ فوت ہو جائے گا تو اگر مقتدی شروع سے آخر تک نماز میں امام کے ساتھ شامل رہا تو اسے مُدرک کہا جاتا ہے۔

اور اگر مقتدی نماز تو باجماعت شروع کرتا ہے مگر کسی خاص سبب کی وجہ سے باقی نماز باجماعت اس کی فوت ہو جاتی ہے مثلاً اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے یا بہت رش اور بھیڑ کی وجہ سے وہ کھڑا ہی رہتا ہے اور امام کے ساتھ رکوع و سجدہ نہیں کر سکا ہے یا نماز

خوف ہیں وہ باجماعت نماز پڑھ رہا ہے تو ایسے شخص کو شرعی اصطلاح میں لاحق کہا جاتا ہے۔

یا پھر صورت حال یہ ہوگی کہ امام کے ساتھ پہلی رکعت میں شامل نہیں ہوا بلکہ جماعت کی ایک یا زیادہ رکعتیں ہونے کے بعد شامل ہوا تو ایسے شخص کو مسبوق کہا جاتا ہے۔

رکعت کب ہوتی ہے؟

تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص امام کے ساتھ قیام کی حالت میں مل جائے اور سورۂ فاتحہ پڑھ لے تو اس نے رکعت حاصل کرلی۔

لیکن جو شخص امام کے ساتھ رکوع کی حالت میں آکر ملا، کیا اس نے بھی رکعت پالی؟ اور کیا اس کی یہ رکعت شمار ہوگی؟

اس مسئلہ میں فقہاء کرام کے جو مذہب اور آراء ہیں ہم ان دونوں نقطۂ نظر کو بہت ایجاز واختصار کے ساتھ مگر دلائل کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔

پہلی رائے : رکوع کی رکعت ہوجاتی ہے۔

جب کوئی جماعت میں آنے والا امام کو رکوع کی حالت میں پائے اور وہ کھڑے ہوکر اللہ اکبر کہے اور رکوع میں تسلی اور آرام سے مل جائے یعنی امام کے رکوع سے اٹھنے سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ لے تو اس نے رکعت پالی اور اس کے لئے یہ رکعت شمار کی جائے گی۔

لیکن اگر کوئی شخص امام کے رکوع سے اُٹھنے پر ملتا ہے تو اسمیں

کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس کی یہ رکعت نہیں ہوگی کیونکہ اسنے رکوع نہیں پایا ہے لیکن پھر بھی یہ امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہو جائے اور امام کی اقتداء کرے لیکن یہ رکعت شمار نہیں ہوگی۔

یہ چاروں ائمہ اور جمہور علماء رحمہم اللہ اور ان سے قبل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا مذہب اور عمل ہے۔(۱)

بلکہ سفیان ثوری، ابن ابی لیلیٰ، زفر اور عبداللہ بن المبارک تو یہ بھی کہتے ہیں اگر کوئی شخص امام کو رکوع کی حالت میں پائے اور یہ شخص کھڑے ہوکر ابھی اللہ اکبر ہی کہے اتنے میں امام رکوع سے اپنا سر اٹھا لے تو اس حالت میں بھی یہ شخص رکوع میں جاکر رکعت پالے گا اگرچہ یہ شخص امام کے ساتھ رکوع میں نہیں ملا ہے۔ ان حضرات کا نقطۂ نظر اور استدلال یہ ہے کہ اس نے امام کو ایسی حالت میں پایا ہے جو قیام کے حکم میں ہے کیونکہ حقیقت میں رکوع بھی قیام کے مشابہ ہے بعض حضرات نے اس رائے کی نسبت امام شافعی کی طرف بھی کی ہے لیکن ان حضرات کی یہ رائے اس لئے قابل عمل نہیں ہے کیونکہ مقتدی

---

(۱) مجموع شرح مہذب للنووی ۴/۱۱۳-۱۱۵ مغنی المحتاج فی شرح المنہاج خطیب بغدادی ۱/۵۰۴ فتح القدیر لکمال بن ہمام ۱/۳۴۴-۳۴۵، المغنی لابن قدامہ ۱/۵۰۴، المبدع فی شرح المقنع لابن مفلح ۲/۴۸، الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف للمرداوی ۲/۲۲۳، المدونۃ للامام مالک بن انس ۱/۶۹-۷۰، عون المعبود فی شرح سنن ابی داؤد شمس الحق آبادی ۳/۱۵۴، المنتقی شرح المؤطاء للباجی ۱/۲۰۔

نے امام کے ساتھ رکوع جیسے اہم رکن کے معمولی حصے میں بھی مشارکت اور اقتدار نہیں کی اور رکعت ہونے کے لئے رکوع میں یا رکوع کے بعض حصے میں امام کے ساتھ شامل ہونا ضروری اور شرط ہے اور یہ چیز اس نے حاصل نہیں کی ہے لہذا اسکی یہ رکعت شمار نہیں ہو گی واللہ اعلم،

دوسری رائے
رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی

یہ علماء کہتے ہیں کہ امام اگر رکوع میں ہو تو آنے والا شخص امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے اور اس رکعت کو شمار نہ کرے کیونکہ یہ امام کے ساتھ قیام اور قراءۃ سے محروم رہا ہے اس لئے چاہئے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد یہ اپنی اس رکعت کو پورا کرے۔

یہ رائے امام ابن خزیمہؒ کی ہے۔ ان کی یہ رائے فقہاء شافعیہ میں سے صاحب تتمہ رافعی اور صبیغی نے ذکر کی ہے[1]۔

لیکن امام ابن خزیمہ کی طرف اس رائے کی نسبت درست نہیں ہے کیونکہ انھوں نے تو خود اپنی کتاب صحیح ابن خزیمہ میں یہ باب باندھا ہے۔

باب ذکر الوقت الذی یکون فیہ المأموم مدرکا للرکعۃ اذا رکع امامہ قبل

باب مقتدی اگر امام کے ساتھ رکوع میں آملے تو اسکی رکعت ہو جاتی ہے

پھر اس باب کے ضمن میں ابو ہریرہؓ کی حدیث ذکر کی ہے دیکھئے صحیح ابن خزیمہ ۳/۴۵ اور دوسرا باب یہ باندھا ہے۔

باب ادراک المأموم الامام ساجدًا والامر بالاقتداء بہ فی السجود وان لا یعتد بہ اذ المدرک للسجدۃ انما یکون بادراک الرکوع

---

(۱) حوالے کے لئے دیکھئے المجموع للنووی ۴/۲۱۴، عمدۃ القاری للعینی ۳/۱۵۲-۱۵۳۔

قبلها"

باب مقتدی اگر امام کو سجدہ کی حالت میں پائے تو وہ بھی امام کے ساتھ سجدہ میں شامل ہو جائے مگر اس رکعت کو شمار نہ کرے

ان کی صحیح ابن خزیمہ میں اسکے خلاف کوئی قول یا حدیث مذکور نہیں ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ابن خزیمہ بھی رکوع کی رکعت کے قائل ہیں

ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت علماء کا یہ قول ہے جسے بخاری نے اپنی کتاب "القراءۃ خلف الامام" میں ذکر کیا ہے اور یہ ان سب حضرات کی دلیل ہے جو امام کے پیچھے قراءۃ کی فرضیت کے قائل ہیں۔ علماء متاخرین میں سے شیخ تقی الدین سبکی نے اس رائے کی تائید کی ہے[۱]۔

امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کی فرضیت اپنی جگہ بالکل حق اور درست اور رکوع کی رکعت کا مسئلہ الگ اور مختلف ہے اسی لئے شافعی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کی فرضیت کے قائل ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ شافعی حضرات رکوع کی رکعت ہو جانے کے بھی قائل ہیں۔ إن شاء اللہ آگے اسکی تفصیل آئے گی۔

رکوع کی رکعت نہ ہونے کی تائید امام ابن حزم نے اپنی کتاب

---

(۱) فتح الباری لابن حجر ۲/ ۱۱۹، لیکن ان علماء کی یہ رائے محل نظر ہے کیونکہ ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں، من ادرك الركعة فقد ادرك السجدة ومن فاته قراءة ام القرآن فقد فاته خير كثير، جس نے رکوع پالیا اسنے رکعت پالی اور جس سے سورۂ فاتحہ پڑھنی رہ گئی تو اس سے خیر کثیر فوت ہو گئی۔ ان کا یہ اثر و قول امام مالکؒ نے موطا باب وقوت الصلاۃ ۱/ ۲۰ میں ذکر کیا ہے دیکھئے اسکی شرح منتقی للباجی۔

محلّی میں کی ہے اور شوکانی نے نیل الاوطار میں اسے راجح قرار دیا ہے لیکن امام شوکانی نے اپنی کتاب الفتح الربانی فی فتاوی الشوکانی میں رکوع کی رکعت کے بارے میں تحقیقی بحث کی ہے اور جمہور علماء کے مذہب اور رائے یعنی رکوع کی رکعت ہوجانے کو ترجیح دی ہے اور صحیح کہا ہے۔[1]

رکوع کی رکعت ہوجانے پر دلائل و استشہاد

رکوع کی رکعت ماننے والے علماء نے اپنے دلائل میں احادیث ہویہ صحابہ کرام کے عمل اور قواعد فقہیہ سے استدلال کیا ہے۔

پہلی دلیل: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، اِذَا جِئْتُمْ اِلَی الصَّلَاۃِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا، وَلَا تَعُدُّوْهَا شَیْئًا، وَمَنْ اَدْرَکَ الرَّکْعَۃَ فَقَدْ اَدْرَکَ الصَّلَاۃَ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز کے لئے آؤ اور ہم سجدے میں ہوں تو تم بھی ہمارے ساتھ سجدے میں آکر مل جاؤ اور اسے رکعت شمار نہ کرو اور جو رکوع میں شامل ہوا اس نے نماز (رکعت) پالی۔[2]

---

(۱) دیکھئے محلی لابن حزم ۳/ ۲۱۳، نیل الاوطار للشوکانی ۳/ ۶۷ - ۷۰، ۴/ ۴۴ عون المعبود فی شرح سنن ابی داؤد ۳/ ۱۵۷، اسی میں فتح الربانی ی فتاوی الشوکانی کا بھی ذکر ہے۔

(۲) اس حدیث کو ابوداؤد نے کتاب الصلاۃ باب الرجل یدرک الامام ساجدًا کیف یصنع؟ ۱/ ۲۲۳ - ۲۲۴ میں ذکر کیا ہے مختصر منذری مع معالم السنن اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح کتاب الصلاۃ باب ادراک الماموم الامام ساجدًا

والأمر بالاقتداء به في السجود ۳/ ۵۷ میں اور دار قطنی نے اپنی سنن ۱/ ۳۴۶ میں ان الفاظ کیساتھ ذکر کیا ہے من ادرك ركعة من الصلاة فقد ادركها قبل ان يقيم الامام صلبه ، یعنی امام کے رکوع سے اٹھنے سے قبل جو شخص رکوع میں آ کر مل جائے اس کی رکعت ہو گئی ۔ انہی الفاظ کے ساتھ صحیح ابن خزیمہ نے باب ذکر الوقت الذی یکون فیه الماموم مدرکا للرکعة ، ۳/ ۴۵ میں یہ حدیث ذکر کی ہے اور حاکم نے مستدرک ۱/ ۲۱۶ میں یہ حدیث ذکر کی ہے اور کہا ہے یہ حدیث صحیح الاسناد ہے ۔ بخاری ، مسلم نے اسے ذکر نہیں کیا ہے یحیٰی بن ابی سلیمان ثقہ معتبر مصری راویوں میں سے ہیں ۔ امام ذہبی نے بھی اس حدیث کی صحت پر مہر ثبت کی ہے اور صحیح کہا ہے بخاری مسلم نے یحیٰی بن ابی سلیمان کے علاوہ اس حدیث کے دوسرے راویوں سے حجت لی ہے اور ان کی احادیث قبول کی ہیں ۔ یحیٰی ابن ابی سلیمان مدینہ کے محدث اور شیخ ہیں مصر میں بھی قیام کیا ہے ان کے بارے میں کوئی جرح و اعتراض نہیں ذکر کیا گیا ہے ۔

بیہقی نے سنن ۲/ ۸۹ میں حدیث ذکر کی ہے اور کہا ہے اس میں یحیٰی بن ابی سلیمان اکیلے ہیں دیکھئے تہذیب التہذیب ۱۱/ ۱۹۹ - ۲۰۰ دار قطنی اور بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے کیونکہ اس کی سند میں یحیٰی بن حمید ہے لیکن اس حدیث کے دوسرے طرق اور اسناد بھی ہیں چنانچہ بیہقی نے سنن ۲/ ۸۹ میں دوسری سند سے اس طرح اس حدیث کو ذکر کیا ہے ۔ عن عبد العزيز بن رفيع عن رجل عن النبی صلى الله عليه وسلم ، اذا جئتم والامام

راکع فارکعو، وان کان ساجدا فاسجدوا ولا تعدوا بالسجود اذا لم یکن معہ الرکوع ۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز کے لئے آؤ اور امام رکوع میں ہو تو تم بھی رکوع کر لو۔ اور اگر امام سجدے میں ہو تو تم بھی سجدہ کر لو لیکن سجدے میں ملنے پر رکعت کو شمار نہ کرو جب تک کہ امام کے ساتھ رکوع نہ کیا ہو۔

یہ حدیث رکوع کی رکعت ہو جانے کے سلسلہ میں بڑی مضبوط دلیل اور شاہد ہے کیونکہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ معتبر ہیں۔ راوی عبد العزیز بن رفیع الاسدی ابو عبد الملک مکی طائفی انھوں نے کوفے میں بھی قیام کیا ہے ۔ حضرت انس، ابن زبیر، ابن عباس رضی اللہ عنہم اور انکے علاوہ دیگر بڑے صحابہ اور تابعین سے انھوں سے احادیث روایت کی ہیں ۔

ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب ۱/۵۰۹ اور تہذیب التہذیب ۶/۳۰۱ لکھتے ہیں یہ ثقہ معتبر ہیں۔ سن ۱۰۳ھ میں ان کا انتقال ہوا ان کی عمر ستر سال سے زیادہ تھی۔ بخاری مسلم ابوداؤد، ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے انکی روایت ذکر کی ہیں۔

ان کے بارے میں احمد، یحیٰی، ابوحاتم اور نسائی نے کہا یہ معتبر ثقہ ہیں عجلی کہتے ہیں یہ ثقہ تابعی ہیں۔ یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں ان کی احادیث حجت کے قائم مقام اور صحیح ہیں۔

شیخ ناصر الدین البانی کہتے ہیں انھوں نے اپنے شیخ کا نام اس حدیث میں نہیں لیا ہے اور وہ شیخ صحابی ہیں اس لئے اس حدیث کی سند صحیح ہے کیونکہ تمام صحابہ کرامؓ عدول اور ثقہ ہیں اسلئے صحابی

کا نام ذکر نہ کرنے سے کوئی نقصان اور ضرر نہیں ہے۔ اور اگر انکے شیخ تابعی ہیں تو بھی کوئی حرج نہیں ہے یہ حدیث مرسل ہے اور شاہد و تائید اس سے حاصل ہو جاتی ہے اور یہ بات معروف اور واضح ہے کہ تابعین کے اندر کذب کا احتمال بہت ہی کم ہوتا ہے۔

اور دارقطنی، بیہقی اور ابن خزیمہ نے ابو ہریرہؓ سے یہ حدیث ذکر کی ہے من ادرك ركعة من الصلاة فقد ادركها قبل ان يقيم الامام صلبه۔ امام کے رکوع سے اٹھنے سے پہلے پہلے جو شخص جماعت میں شامل ہو گیا یعنی رکوع میں مل گیا تو اس کی یہ رکعت ہو گئی۔

شیخ البانی نے اس حدیث پر صحیح کا حکم لگایا ہے اور صحابہ کرامؓ کے عمل سے اس حدیث کو مزید تقویت ملی ہے دیکھئے ارواء الغلیل ۲/۲۶۱-۲۶۲،

رکعت بمعنی رکوع :

اس حدیث میں لفظ رکعت سے مراد رکوع ہے تو امام کو رکوع کی حالت میں پانیوالا شخص اس رکعت کا پانیوالا ہوا یعنی اسکی یہ رکعت ہو گئی۔ لفظ رکعت کا اطلاق رکوع پر کئی احادیث سے ثابت ہے چنانچہ امام مسلم نے براء بن عازبؓ کی حدیث ان الفاظ کے ساتھ ذکر کی ہے فوجدت قيامه فركعته فاعتداله فسجدته (۱) چنانچہ قیام، اعتدال اور سجدہ کے مقابلہ میں مجازاً لفظ رکعت کا اطلاق رکوع پر کیا گیا ہے۔

اسی طرح ابو ہریرہؓ والی حدیث میں سجدے کے مقابلے میں رکعت

---

(۱) مسلم نے کتاب الصلاۃ باب اعتدال ارکان الصلاۃ وتخفیفها فی تمام حدیث (۶) نمبر ۴۷۱ : ۱/۳۴۳

کا لفظ رکوع پر بولا گیا ہے تو بات بالکل واضح ہو گئی کہ رکعت سے مراد رکوع ہے اور رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے[1]

مزید تائید اور وضاحت ابن رسلان کی اس بات سے بھی ہوتی ہے جو حدیث کے آخر میں صلاۃ (نماز) کی انھوں نے تفصیل اور وضاحت بیان کرتے ہوئے اس سے مراد رکعت لی ہے۔ وہ کہتے ہیں فقد ادرک الصلاۃ، ای ادرک الرکعۃ وصحت لہ تلک الرکعۃ یعنی رکعت سے مراد رکوع ہے اور رکوع میں ملنے سے اس کی یہ رکعت صحیح اور پوری ہوگی[2]

امام ابن خزیمہ نے ابوہریرہؓ کی حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے، باب ادراک الماموم الامام ساجدا والامر بالاقتداء بہ فی السجود وان لا یعتد بہ (ای السجود) اذ المدرک للسجدۃ انما یکون بادراک الرکوع قبلھا، یعنی مقتدی اگر امام کو سجدے کی حالت میں پائے تو وہ بھی سجدے میں چلا جائے اور اس رکعت کو شمار نہ کرے کیونکہ اس نے رکوع نہیں پایا ہے۔[3]

اس طرح حدیث ابوہریرہؓ من ادرک رکعۃ من الصلاۃ فقد ادرکھا قبل ان یقیم الامام صلبہ امام کے رکوع سے کمر اٹھانے سے پہلے اگر کوئی رکوع میں شامل ہو جائے تو اس کی رکعت ہو گئی پر یہ باب قائم کیا ہے باب ذکر الوقت الذی یکون فیہ الماموم مدرکا للرکعۃ اذا رکع قبل امامہ[4]

---

(۱) عون المعبود فی شرح سنن ابی داؤد ۳/ ۱۴۵ (۲) عون المعبود ۳/ ۱۳/ ۱۶۱

(۳، ۴) دیکھئے صحیح ابن خزیمہ ۳/ ۵۷ - ۵۸ اور اس سے قبل ۳/ ۴۵ ؛

ان تمام دلائل سے اس بات کی پوری تائید اور وضاحت ہو رہی ہے کہ امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جانے سے رکعت ہو جاتی ہے حدیث کا یہی منشأ اور مفہوم حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے بھی سمجھا ہے چنانچہ یہ دونوں صحابہ فرماتے ہیں جو شخص رکوع میں نہ مل سکے اس کی وہ رکعت شمار نہ ہوگی (۱)

بیہقی نے بروایت عبد العزیز بن رفیع یہ حدیث ذکر کی ہے، اذا جئتم والامام راکع فارکعوا وان کان ساجدا فاسجدوا، ولا تعتدوا بالسجود اذا لم یکن معہ الرکوع، آپ نے فرمایا جب تم جماعت کے لئے آؤ اور امام رکوع میں ہو تو تم بھی رکوع کر لو اور اگر سجدے میں ہو تو تم بھی اس کے ساتھ سجدے میں شامل ہو جاؤ مگر سجدے میں شامل ہونے سے رکعت شمار نہیں کرو جب تک کہ اس کے ساتھ رکوع بھی نہ پا لو۔

یہ حدیث اس بات کی پوری تائید ہے کہ رکوع پا لینے سے رکعت ہو جاتی ہے۔

بیہقی نے ابن عمرؓ اور زید بن ثابتؓ کی یہ حدیث ذکر کی ہے یہ دونوں صحابہ فرماتے تھے من ادرک الرکعۃ قبل ان یرفع الامام رأسہ فقد ادرک السجدۃ (۲)

جو شخص امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے پہلے رکوع

---

(۱) طبرانی نے کبیر میں ثقہ راویوں سے یہ حدیث ذکر کی ہے مجمع الزوائد ۲/ ۷۶، بیہقی ۲/ ۹۰ بروایت ابن مسعودؓ (۲) سنن بیہقی ۲/ ۹۰،

میں اس کے ساتھ شامل ہوگیا اسنے وہ رکعت حاصل کرلی (یہاں سجدے سے مراد رکعت ہے جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے)

دوسری دلیل :

حدیث ابی بکرہ رضی اللہ عنہ انہ دخل المسجد والنبی صلی اللہ علیہ وسلم راکع ، فرکع دون الصف ، ثم مشی الی الصف ، فلما قضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلاتہ قال ایکم الذی رکع دون الصف ، ثم مشی الی الصف؟ فقال ابو بکرۃ : انا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم زادک اللہ حرصًا ولا تعد (۱)

ابوبکرہ رضؓ مسجد میں داخل ہوئے تو اسوقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے اور رکوع کی حالت میں تھے، ابوبکرہ نے صف میں ملنے سے پہلے ہی رکوع کرلیا اور پھر چلتے ہوئے صف میں مل گئے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا تم میں سے کس نے صف میں ملنے سے پہلے ہی رکوع کرلیا اور پھر صف میں ملا؟ ابوبکرہ رضؓ نے عرض کیا میں (نے اس طرح کیا ہے)

---

(۱) اس حدیث کو بخاری نے کتاب الاذان باب الرکوع دون الصف، فتح الباری ۲/۲۶۷، ابوداؤد نے کتاب الصلاۃ باب الرجل یرکع دون الصف حدیث ۶۸۴ ج ۱/ ۳۳۸ مختصر المنذری واللفظ لہ۔ والنسائی فی الامامۃ باب الرکوع دون الصف ۲/ ۱۱۸ اور امام احمد نے مسند ۵/ ۳۹، ۴۲، ۴۶۔ بیہقی نے سنن ۲/۹۰ عبدالرزاق الصنعانی نے المصنف ۲/ ۲۸۲، طحاوی نے شرح معانی الآثار ۱/ ۳۹۵ میں ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی ہے۔ جئت و رسول اللہ صلی اللہ

اس پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تمہارے اس شوق و حرص کو اور زیادہ کرے آئندہ ایسا نہ کرنا۔

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر امام کے ساتھ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ضرور رکعت کو لوٹانے اور پڑھنے کا حکم ارشاد فرماتے اور ایسی بات آپؐ سے منقول نہیں ہے، تو حقیقت واضح ہو گئی کہ تھوڑی دیر کے لئے بھی امام کے ساتھ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے۔

لفظ لا تعد میں آپ نے جس بات سے منع فرمایا ہے وہ نماز میں آتے ہوئے بھاگنا دوڑنا ہے اور تیز جلدی جلدی آنا ہے اور صف میں ملنے سے پہلے ہی رکوع کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس بات کو پسند فرمایا کہ صف میں شامل ہو کر نماز شروع کرو اگرچہ رکعت جاتی

علیہ وسلم راکع وقد حفزنی النفس (اشتدبی) فرکعت دون الصّف ثم مشیت الی الصف ....؟) یعنی میں جب آیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رکوع کی حالت میں تھے اور میرا تیز چلنے کی وجہ سے بہت سانس پھول رہا تھا تو میں نے صف میں ملنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا اور پھر چلتا ہوا صف میں مل گیا۔ اسی طرح طبرانی نے کبیر میں ان الفاظ کی زیادتی کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی ہے، صلّ ما ادرکت واقض ما سبقك، مجمع الزوائد للھیثمی ۲/۷۶، اور بعض طرق میں یہ الفاظ بھی ہیں ابو بکرۃ کہتے ہیں خشیت ان تفوتنی الرکعۃ ..." مجھ کو ڈر ہوا کہ میری رکعت فوت نہ ہو جائے (اسلئے صف میں ملنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا) بغوی نے شرح السنۃ ۳/۳۷۷-۳۷۸ میں ذکر کیا ہے۔ مزید دیکھئے فتح الباری لابن حجر ۲/۲۶۸، نصب الرایہ للزیلعی ۲/۳۹، فتح القدیر لابن الھمام ۱/۲۵۲

رہے صف میں شامل ہونے سے پہلے رکوع کرنے میں جلدی نہ کرو۔ اس لئے امام بیہقی نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے یعنی واللہ علم صف میں ملنے سے پہلے رکوع نہ کرو کیونکہ اس بات میں مشقت اور پریشانی ہے کہ پھر چلتے ہوئے صف میں ملا جائے۔ اقامۃ یا نماز شروع ہونے کے بعد تیز اور جلدی آنے سے منع فرمایا۔(۱)

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں آپ کے ارشاد "زادک اللہ حرصًا" کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خیر کے اس کام میں تمہارے شوق اور حرص کو اور زیادہ کرے۔

ابن منیر کہتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فائدہ عامہ پر تو ابو بکرۃ کے جماعت میں شامل ہونے اور رکعت کے پانے پران کی تائید اور حمایت فرمائی اور ان کے اس شوق اور حرص میں زیادتی اور برکت کی دعا بھی فرمائی۔ اور "ولا تعد" سے انھیں نماز کے لئے دوڑتے ہوئے آنے سے اور صف میں ملنے سے پہلے رکوع کرنے اور پھر چلتے ہوئے صف میں ملنے پر تنبیہ فرمائی اور انکی رہنمائی کی اور اس حدیث کے بعض طرق سے اس بات کی صراحت اور وضاحت بھی ملتی ہے(۲)

امام طحاوی کہتے ہیں اس نہی میں دو معنوں اور باتوں کا احتمال ہے

۱۔ آیندہ صف میں ملنے سے پہلے رکوع نہ کرنا۔

۲۔ نماز کے لئے تیز رفتاری کی ممانعت جس سے سانس پھول جائے(۳)

---

(۱) سنن البیہقی ۲/۹۰ (۲) فتح الباری ۲/۲۶۸ (۳) شرح معانی الآثار ۱/۳۹۶

اس بات پر بخاری کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے جو انھوں نے کتاب المفرد "القراءۃ خلف الامام" میں ذکر کی ہے، "ولا تعد، صل ما ادرکت واقض ما سبقك"۔ یعنی جو نماز امام کے ساتھ مل جائے پڑھ لو اور جو رکعتیں رہ جائیں انھیں پورا کرو۔ حدیث کے یہ الفاظ اسی بات کی طرف نشاندہی کرتے ہیں، چنانچہ اسی نہج پر دوسری احادیث بھی دلالت کرتی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، "فأتوا وعليكم السكينة والوقار فما ادركتم فصلوا وما فاتكم فاقضوا"(۱) نماز کے لئے تم سکینت اور وقار، اطمینان اور آرام سے آؤ، جتنی نماز امام کے ساتھ ملجائے

---

(۱) ابوقتادہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپؐ نے فرمایا، اذا اقيمت الصلاة فلا تأتوها وانتم تسعون واتوها وانتم تمشون وعليكم السكينة والوقار" متفق علیہ جب نماز کھڑی ہوجائے تو تم بھاگتے دوڑتے نہ آؤ بلکہ اطمینان اور آرام کے ساتھ چلتے ہوئے آؤ۔ یہ حدیث دوسرے طرق اور الفاظ سے بھی بروایت سعد بن ابی وقاصؓ طبرانی اوسط میں مذکور ہے آپؐ نے فرمایا اذا اتيت الصلاة فأتها بوقار وسكينة فصل ما ادركت واقض ما فاتك، جب تم نماز کے لئے آؤ تو وقار اور سکینت و تسلی سے آؤ امام کے ساتھ جتنی رکعتیں ملجائیں پڑھ لو باقی جماعت کے بعد پوری کرلو۔ انسؓ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں اذا اتيتم الصلاة فأتوا وعليكم السكينة فصلوا ما ادركتم واقضوا ما سبقتم (ترجمہ پہلی حدیث والا ہے) اسکے راوی ثقہ ہیں۔ اس حدیث کو ترمذی ابن ماجہ، دارمی، مؤطا مالک اور طحاوی نے معانی الآثار میں روایت کی ہے دیکھئے التلخیص الحبیر لابن حجر ۲/ ۲۸، فتح الباری ۲/ ۱۱۷-۱۱۸، نصب الرایہ ۲/ ۴۰، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی ۳/ ۱۹۵۔

پڑھ لو اور جو رکعتیں رہ جائیں انھیں پورا کر دو۔

ایک رائے یہ بھی ہے کہ ولا تعد سے آپ ﷺ نے نماز کے لئے دیر سے آنے پر تنبیہ فرمائی۔ اس رائے کی تائید میں عبداللہ بن زبیرؓ کی یہ حدیث ہے جسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے، ابن زبیرؓ نے منبر پر خطبہ میں فرمایا "اذا دخل احدکم المسجد والناس رکوع فلیرکع حین یدخل، ثم لیدب راکعاً حتی یدخل فی الصف، فان ذلک من السنۃ" جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے اور لوگ رکوع میں ہوں تو اسے چاہیئے کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد وہ بھی رکوع کرلے پھر رکوع میں چلتا ہوا صف میں مل جائے اس طرح کرنا سنت ہے۔ عطاء کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن زبیر کو اس طرح یعنی رکوع کی حالت میں چلتے ہوئے صف میں ملتے ہوئے دیکھا ہے۔ (۱)

تیسری دلیل :

معاویہ بن ابی سفیانؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

---

(۱) حاکم نے مستدرک ۲۱۴/۱ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے اگرچہ انھوں نے اسے روایت نہیں کیا ہے امام ذہبی نے حاکم کی تصحیح پر موافقت کی ہے۔ عبدالرزاق نے مصنف ۲۸۴/۲ میں بیہقی نے سنن ۹۱/۲ طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے انھوں نے ابن جریج کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ میں نے عطاء کو بھی اس طرح مسجد میں داخل ہوکر رکوع اور پھر رکوع کی حالت میں صف میں ملتے ہوئے دیکھا ہے۔ ہیثمی مجمع الزوائد ۹۶/۲ میں اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

نے فرمایا، لاتبادرونی بالرکوع ولا بالسجود، فانہ مہما اسبقکم بہ اذا رکعت تدرکونی بہ اذا رفعت وانی قد بدنت[1] آپؐ نے فرمایا رکوع اور سجدہ کرنے میں مجھ پر جلدی نہ کرو، اگر میں رکوع میں سے آگے جاؤنگا تو تم مجھ کو پالوگے، جب میں رکوع سے سر اٹھاؤں گا کیونکہ میں بھاری ہوگیا ہوں۔

بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایہا الناس: انی قد بدنت، فلا تسبقونی

---

(۱) ابوداؤد فی الصلاۃ باب مایؤمر المأموم من اتباع الامام ۳۱۹/۱ من مختصر المنذری اور ابن ماجہ نے فی الاقامۃ باب النہی ان یسبق الامام بالرکوع حدیث ۹۶۳، ۳۰۹/۱ دارمی نے کتاب الصلاۃ باب النہی عن مبادرۃ الائمۃ ۳۰۱/۱-۳۰۲، امام احمد نے مسند ۹۲/۴، ۹۸، ابن خزیمہ نے کتاب الامامۃ باب النہی عن مبادرۃ الامام ۴۴/۳-۴۵ ابن حبان نے کتاب الامامۃ حدیث ۳۸۲ من موارد الضمآن للہیثمی میں روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان "انی قد بدنت" اس میں دو معنوں کا احتمال ہے اگر یہ دال کی تشدید کے ساتھ ہے تو معنی ومطلب ہوگا میری عمر زیادہ ہوگئی ہے اگر دال پر پیش اور بغیر تشدید کے تھا اسکا یہ معنی ومفہوم ہوگا کہ میرا جسم بڑھ گیا ہے میں بھاری ہوگیا ہوں چنانچہ ام المؤمنین عائشہؓ فرماتی ہیں آخر عمر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم بھاری ہوگیا تھا، تو چاہے (بدنت) کا معنی زیادہ عمر لیا جائے یا بدن کا بھاری ہونا مراد لیا جائے دونوں معنوں سے مفہوم اور مراد یہی واضح ہوتی ہے کہ جسم میں پھرتی اور چستی نہیں رہتی بلکہ سستی اور تھکاوٹ ہوتی ہے۔ دیکھئے معالم السنن للخطابی ۳۱۹/۱ مع مختصر المنذری اور النہایۃ فی غریب الحدیث لابن الاثیر ۱۰۷/۱،

بالرکوع والسجود، ولکن اسبقکم، انکم تدرکون ما فاتکم (۱)

امام احمد نے مسند میں ابن مسعدۃ قائد الجیش کی حدیث ذکر کی ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے آپ نے فرمایا، "انی قد بدنت، فمن فاتہ رکوعی ادرکہ فی بطء قیامی، قال عبد الرزاق : او بطئ قیامی" (۲)

علامہ بدرالدین عینی نے اس حدیث سے رکوع کی رکعت ہونے پر استدلال کیا ہے وہ کہتے ہیں یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر مقتدی امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے اور رکوع سے سر اٹھانے سے قبل جماعت میں مل جائے تو اسکی رکعت ہو گئی اور اگر امام کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد جماعت میں شامل ہو تو پھر یہ رکعت نہیں ہوئی (۳)

---

(۱) سنن البیہقی ۹۳/۲ اور ابن حبان فی الامامۃ حدیث ۳۸۱ من موارد الضمآن۔

(۲) امام احمد نے مسند ۷۶/۴ میں روایت کیا ہے ہیثمی مجمع الزوائد ۷۷/۲ میں کہتے ہیں اسے احمد نے روایت کیا ہے عثمان بن ابی سلیمان (جنھوں نے ابن مسعدۃ سے روایت کیا ہے) کے علاوہ باقی سب راوی ثقہ اور معتبر ہیں اور اکثر تابعین میں سے ہیں، واللہ اعلم۔

طبرانی نے کبیر میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "انی قد بدنت فلا تبادرونی بالقیام فی الصلاۃ والرکوع والسجود" یعنی میں بھاری ہو گیا ہوں تو تم قیام رکوع سجدہ کرنے میں مجھ سے آگے نہ بڑھو اس حدیث کے راوی معتبر اور ثقہ ہیں مجمع الزوائد ۷۸/۲،

(۳) عمدۃ القاری شرح البخاری للعینی ۱۵۳/۳

چوتھی دلیل :

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہ عمل اور طریقہ رہا ہے کہ وہ امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہونے پر اس رکعت کو شمار فرماتے تھے اور اسی کے قائل و عامل تھے۔ پھر ان کے بعد کبار تابعین نے بھی انہی کی طرح رکوع میں ملجانے پر رکعت کو شمار کیا، چنانچہ صحابۂ کرام اور تابعین عظام کا عمل اور طریقہ اس مسئلہ کی صحت اور وضاحت پر مہر ثبت کرتا ہے۔ اور اس اہم بحث کے دلائل و شواہد میں اہم درجہ رکھتا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ، زید بن ثابت، ابوعبیدہ، عبداللہ بن مسعودؓ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، عروۃ بن زبیر رضوان اللہ علیہم اجمعین اور انکے علاوہ دیگر صحابہ کرام سے بھی رکوع کی رکعت ہونے اور اسے شمار کرنے پر روایات ملتی ہیں اور اس کے خلاف رکوع کی رکعت نہ ہونے پر نہ ان حضرات سے کوئی روایت ملتی ہے اور نہ ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرامؓ سے کوئی صراحت موجود ہے۔ البتہ ابوہریرہؓ سے روایت نقل کی گئی ہے لیکن یہ بات بھی محل نظر اور مختلف فیہ ہے کیونکہ امام مالکؒ نے ابوہریرہؓ کی یہ روایت ذکر کی ہے۔ "من ادرك الركعة فقد ادرك السجدة ومن فاته قراءة ام القرآن فقد فاته خير كثير"۔ موطا الامام مالک مع شرح المنتقی للباجی ۱/۲۰ کتاب دعوت الصلاۃ اور ۱/۲۹۴۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں جس نے رکوع پالیا اس نے رکعت پالی اور جس سے قراءۃ فاتحہ فوت ہوگئی اس سے خیر کثیر فوت ہوگئی۔ تابعین میں سے سعید بن جبیر، ابن سیرین

ابی سلمۃ، عطاء، مجاہد، حسن بصری، عمرو بن تمیم رحمہم اللہ وغیرہم سے بھی یہ بات منقول ہے۔

چنانچہ صحابہ کرام اور تابعین عظام نے محض اپنی رائے اور عقل سے رکوع کی رکعت ہونے اور ماننے پر اظہار خیال نہیں کیا ہے بلکہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام کے فرامین احادیث نبویہ کو دلیل اور معیار بنایا ہے اور پھر حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذات گرامی کے بارے میں یہ بات نہیں کہی جا سکتی کہ انھوں نے رکوع کی رکعت ہونے کے بارے میں احادیث نبویہ سے استفادہ نہ کیا ہو اور محض اپنی رائے سے یہ اظہار خیال کر دیا ہو۔ پھر صحابہ کرام رض کی اتنی بڑی تعداد اور جماعت میں اگر رکوع کی رکعت ہونے کے خلاف بھی دلائل و آثار ہوتیں تو ضرور مشہور و معروف ہو جاتیں اور پھر انکی نسبت سے انھیں نقل بھی کیا جاتا لیکن رکوع کی رکعت نہ ہونے پر دلیل حجت ان سے منقول نہیں ہیں البتہ نماز میں سورۃ فاتحہ کا وجوب ضرور ان سے منقول ہے واللہ اعلم

اب ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے رکوع کی رکعت ہو جانے کے سلسلہ میں ان کے آثار و دلائل درج کرتے ہیں اور رکوع کی رکعت ہو جانے کے بارے میں اسے چوتھی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

۱۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

عن ابی بکر بن عبد الرحمٰن بن الحارث بن هشام: ان

ابا بکر الصدیق و زید بن ثابت دخلا المسجد، والامام راکع فرکعا ثمّ دبّا وهما راکعان، حتی لحقا بالصّف[1]

ابوبکر بن عبدالرحمٰن روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما مسجد میں داخل ہوئے تو امام اس وقت رکوع کی حالت میں تھے تو ان دونوں حضرات نے بھی رکوع کر لیا اور پھر رکوع ہی میں چلتے ہوئے صف میں شامل ہو گئے۔

ب ۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ :

اخرج الطحاوی عن خارجة بن زید بن ثابت ان زید بن ثابت کان یرکع علی عتبة المسجد ووجهه الی القبلة، ثم یمشی معترضا علی شقه الایمن، ثم یعتدّ بها ان وصل الی الصف او لم یصل[2]

عن ابی امامة بن سهل قال: رأیت زید بن ثابت دخل المسجد والناس رکوع، فمشی حتی اذا امکنه ان یصل الی الصف وهو راکع کبّر فرکع، ثمّ دبّ وهو راکع حتی وصل الصف[3]

وعن کثیر بن افلح عن زید بن ثابت : انّهٗ دخل والقوم

---

(۱) بیہقی نے سنن ۲/ ۹۰ میں روایت کیا ہے اس کی اسناد حسن ہے دیکھئے ارواء الغلیل ۲/ ۲۶۴ (۲) شرح معانی الآثار للطحاوی ۱/ ۳۹۸ وسنن بیہقی ۲/ ۹۰ اسکی اسناد جیّد اچھی ہے دیکھئے الارواء ۲/ ۲۶۴

(۳) طحاوی نے معانی الآثار ۱/ ۳۹۸، مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۲۵۶، سنن بیہقی ۲/ ۹۰، المدونة للامام بن انس ۱/ ۷۰ میں ذکر کیا ہے۔

رکوع فرکعع دون الصف ثم دخل الصف، المصنف لابن شیبہ ۱/ ۲۵۶،

کثیر بن افلح کہتے ہیں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور لوگ اسوقت رکوع میں تھے تو زیدؓ نے صف سے پہلے ہی رکوع کرلیا اور پھر رکوع کی حالت میں صف میں شامل ہوگئے

وکان زید وعروۃ بن الزبیر یجیئان والامام راکع فیکبران تکبیرۃ الافتتاح للصلاۃ والرکعۃ، المصنف لابن شیبہ ۲۴۲/۱ اور سنن بیہقی ۹۰/۲ ۔

زیدؓ اور عروہ بن زبیرؓ مسجد میں آتے اور دیکھتے کہ امام رکوع میں ہے تو دو تکبیریں کہتے ہیں۔ ایک تکبیرۃ الافتتاح نماز شروع کرنے پر اللہ اکبر اور دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں مل جاتے ۔

عن سالم عن ابن عمرؓ وزید بن ثابتؓ قالا ان ادرک الرجل القوم رکوعاً فانہ یجزیہ تکبیرۃ واحدۃ

سالم کہتے ہیں ابن عمر اور زید بن ثابت کا قول ہے اگر کوئی شخص دیکھے کہ جماعت رکوع میں ہے تو اس کے لئے ایک تکبیر یعنی رکوع میں اللہ اکبر کہنا کافی ہے، اور وہ یہ بھی وضاحت فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے پہلے جماعت میں ملجاتا ہے تو اسکی رکعت ہوجاتی ہے (۱)

ج عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

قال عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ من لم یدرک

---

(۱) بیہقی نے سنن ۹۰/۲ میں مالک کی سند سے روایت کیا ہے۔

الامام راكعا لم يدرك تلك الركعة (١)

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں نہ ملے تو اس نے یہ رکعت نہیں پائی ۔

وعن زيد بن وهب قال خرجت مع عبد الله من داره الى المسجد ، فلما توسطنا المسجد ركع الامام ، فكبّر عبد الله ثمّ ركع ، وركعت معه ، ثم مشينا راكعين حتى انتهينا الى الصفّ حتّى رفع القوم رؤوسهم ،

قال فلمّا قضى الامام الصّلاة قمت انا ، وانا أرى انى لم ادرك ، فاخذ بيدى عبد الله واجلسنى وقال انّك ادركت

زید بن وہب کہتے ہیں میں عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ ان کے گھر سے مسجد میں آیا جب ہم مسجد میں پہنچے تو امام رکوع میں چلے گئے تو عبداللہ رضؓ اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلے گئے پھر ہم رکوع کی حالت میں چلتے ہوئے صف میں شامل ہو گئے اور پھر لوگوں نے اپنے سر رکوع سے اٹھالئے یعنی یہ حضرات امام کے رکوع میں سر اٹھانے سے پہلے پہلے رکوع میں شامل ہو گئے ۔

جب امام نے نماز پوری کر لی (سلام پھیرا) تو میں کھڑا ہو گیا اور میرا خیال تھا کہ (رکوع میں ملنے سے) میں نے رکعت نہیں پائی تو عبداللہ رضؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو بٹھا دیا اور فرمایا تم نے

---

(١) بیہقی نے دو سندوں سے بروایت ابی الاحوص اس حدیث کو ذکر کیا ہے ۲/۹۰-۹۱ شیخ البانی ارواء الغلیل میں لکھتے ہیں یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ ہے ۔

رکوع میں ملنے سے رکعت پالی ہے۔[1]

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی رکوع کی حالت میں چلتا ہوا لوگوں کے رکوع سے سر اُٹھانے سے پہلے پہلے شامل ہوگیا تو اس کی رکعت ہوگئی۔

اور اگر لوگوں نے رکوع سے سر اُٹھالیا تو پھر رکعت نہیں شمار کی جائے گی[2]۔

د۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ :

قال عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ "اذا جئت والامام راکع فوضعت یدیك علیٰ رکبتیك قبل ان یرفع فقد ادرکت"

وفی لفظ: من ادرك الامام راکعا فرکع قبل ان یرفع الامام رأسه فقد ادرك تلك الرکعة[3]

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں اگر امام رکوع کی حالت میں ہو اور تم آکر امام کے رکوع سے سر اُٹھانے سے پہلے پہلے اپنے ہاتھ

---

(۱) ابن ابی شیبہ نے مصنف ۱/۲۵۵۔ ۲۵۶۔ بیہقی نے ۲/۹۰۔ ۹۱، طحاوی نے ۱/۳۹۷۔ ۳۹۸۔ اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔ ہیثمی مجمع الزوائد ۲/۷۷ لکھتے ہیں اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں شیخ البانی نے بھی اسکی اسناد کو صحیح کہا ہے =

(۲) امام ہیثمی کہتے ہیں طبرانی نے کبیر میں اسے روایت کیا ہے اسمیں ایک راوی زید بن احمد ہے المجمع ۲/۷۷۔ صف میں شامل ہونے سے پہلے رکوع کرنیکے سلسلہ میں محمد بن الحسنؒ اور امام مالکؒ کا مناقشہ کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ ۱/۲۱۴۔ ۲۱۸ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے،

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۴۳، مصنف عبدالرزاق ۲/۲۷۹، سنن بیہقی ۲/۹۰

اپنے گھٹنوں پر رکھ لو یعنی رکوع کر لو تو تم نے یہ رکعت پالی۔

ان سے دوسرے الفاظ اس طرح مروی ہیں جو شخص امام کو رکوع کی حالت میں پائے اور امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے پہلے رکوع کر لے تو اس نے یہ رکعت پالی۔

وکان یقول اذا فاتتك الركعة فاتتك السجدة (۱)

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں اگر تم سے رکوع فوت ہو گیا تو پھر رکعت بھی فوت ہو گئی۔

واخرج الامام مالك رحمه الله فى المؤطا، انّهُ بلغه ان ابن عمر وزيد بن ثابت كانا يقولان من ادرك الركعة فقد ادرك السجدة (۲)

امام مالکؒ مؤطا میں فرماتے ہیں ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ ابن عمرؓ اور زید بن ثابتؓ فرماتے تھے جس نے رکوع پالیا اس نے وہ رکعت پالی۔

۵۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ :

عن عثمان بن الاسود قال : دخلت انا وعبدالله بن تميم المسجد فركع الامام فركعت انا وهو ومشينا راكعين حتى دخلنا الصف فلمّا قضينا الصّلاة قال لى عمرو : الذى صنعت آنفا ممّن سمعته ؟ قلت : من مجاهد، قال : رأيتُ ابن الزبير فعله (۳)

---

(۱) المصنف للامام عبدالرزاق ۲/۲۷۹

(۲) المؤطا للامام مالک مع شرحہ المنتقی للباجی ۱/۲۰

(۳) مصنف ابن ابی شیبۃ ۱/۲۵۶، بیہقی ۲/۹۱، ارواء الغلیل،

عثمان بن اسود بیان کرتے ہیں کہ میں اور عبداللہ تمیم مسجد آئے تو امام نے رکوع کیا تو میں نے اور عبداللہ نے بھی رکوع کر لیا اور رکوع کی حالت میں چلتے ہوئے صف میں داخل ہو گئے جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو مجھ سے عمروؒ نے کہا تم جو ابھی رکوع میں چلتے ہوئے صف میں شامل ہوئے ہو یہ بات تم نے کس سے سُنی ہے؟ میں نے کہا، مجاہدرحؒ سے سُنی ہے۔ عمروؒ نے کہا میں نے ابن الزبیرؓ کو ایسا عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

و۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ :

عن ابن سیرین ان اباعبیدة جاء والقوم رکوع فرکع دون الصف، ثم مشی حتّٰی دخل فی الصف (۱)

ابن سیرینؒ بیان کرتے ہیں کہ ابوعبیدہ رضؓ جب نماز کے لئے آئے تو لوگ رکوع کی حالت میں تھے تو انھوں نے صف سے پہلے رکوع کر لیا اور پھر چلتے ہوئے صف میں شامل ہو گئے۔

پانچویں دلیل :

ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ نے ابوہریرہؓ کی حدیث پیش کی ہے جو رکوع کی رکعت ہونے کی ایک دلیل ہے۔

عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ قال: ومن ادرک الامام فی الرکوع فقد ادرک الرکوع، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص امام کو رکوع کی حالت میں پالے اس نے وہ رکعت پالی

---

(۱) ابن ابی شیبہ ۱/ ۲۵۵-۲۵۶- اور اسمیں سعید بن مسیب، عطاء مجاہد اور حسن بصری رحمہم اللہ کے اقوال بھی ہیں۔

اس لئے کہ قیام کے علاوہ باقی سب ارکان اس نے ادا کئے ہیں۔ اور قیام کا ثواب تکبیرۃ الاحرام کہنے سے اسے مل گیا، باقی پوری رکعت وہ امام کے ساتھ ادا کرتا ہے اور یہ چیز اسوقت حاصل ہوتی ہے جب امام کے ساتھ وہ رکوع میں اطمینان سے آکر شریک ہوا ہو یا رکوع کے بعض حصے میں آکر ملا ہو، امام کے رکوع سے اٹھنے سے پہلے پہلے ملا ہو۔ اگر مقتدی ان حالات میں امام کے ساتھ شریک ہوا ہے تو اس کی یہ رکعت شمار کی جائے گی اور اس نے اس رکعت کو حاصل کر لیا ہے (۱)

دوسری رائے

رکوع کی رکعت نہ ہونے کے دلائل

ابن حزم اور شوکانی رحمہما اللہ نے رکوع کی رکعت نہ ہونے کے سلسلے میں مندرجہ ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے۔

پہلی دلیل :

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا امام اور مقتدی سب پر ضروری ہے اور نماز کے صحیح ہونے کے لئے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا شرط ہے (۱) اور اس سلسلے میں دلائل و براہین حجت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جو حضرات یہ نقطہ نظر رکھتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر نماز یا نماز کی کوئی رکعت صحیح ہو جاتی ہے تو اس کے لئے خاص دلیل ہونی چاہیئے، اور دلیل و برہان نہ ہونے کی وجہ سے جمہور کی یہ رائے اور نقطۂ نظر کمزور اور ضعیف معلوم

---

(۱) دیکھئے نیل الاوطار ۲/۶۶ میں احادیث معانی الآثار للطحاوی ۱/۲۱۵ - ۲۲۰،

ہوتا ہے کہ جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں مل جائے اسکی رکعت ہو جاتی ہے اگرچہ اس نے سورۃ فاتحہ بھی نہ پڑھی ہو۔(۱)

دوسری دلیل:

روی ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "اذا سمعتم الاقامۃ فامشوا الی الصلاۃ وعلیکم السکینۃ والوقار، ولا تسرعوا فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا"(۲)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا جب تم اقامت سنو تو نماز کی طرف سکینت اور وقار کے ساتھ چلو اور تیزی کے ساتھ (دوڑ کر) مت جاؤ جتنی نماز امام کے ساتھ مل جائے پڑھ لو، اور جو رہ جائے اسے امام کے سلام پھیرنے کے بعد پورا کر لو۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے جو امام کے ساتھ رکوع میں ملے اس کی رکعت نہیں ہوتی کیونکہ نماز کا جو جزء اور حصہ رہ گیا ہے اسے پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس صورت میں قیام اور قراءت فاتحہ مقتدی سے فوت ہو گئی ہے۔(۳)

امام ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں باشعور اور ذی عقل یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ جو شخص امام کو دوسری رکعت میں پائے

---

(۱) نیل الاوطار للشوکانی ۳/ ۶۷-۶۸ (۲) انظر نیل الاوطار ص۱۶ حاشیہ ۲
(۳) فتح الباری بشرح البخاری لابن حجر ۲/ ۱۱۹

تو اس کی پہلی ایک رکعت پوری فوت ہوگئی اور جو شخص پہلی رکعت کے دوسرے سجدے میں شامل ہو اس سے قیام، رکوع اور رکوع سجدے کے درمیان کا قیام، پہلا سجدہ اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا یہ تمام چیزیں فوت ہوگئیں۔

اور جو شخص رکوع کے بعد قیام میں شامل ہوا تو اس سے پہلا قیام اور رکوع فوت ہوگیا۔

اور جو شخص رکوع میں ملا تو اس سے قیام اور قراءۃ سورۃ فاتحہ دونوں فوت ہوگئیں اور نماز کے پوری ہونے کے لئے یہ دونوں چیزیں نہایت ضروری ہیں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے جو نماز فوت ہوگئی ہے اسے پورا کرو تو نص شرعی کے بغیر اس میں ترمیم و تخصیص نہیں کی جاسکتی اور اس سلسلہ میں کوئی تخصیص موجود نہیں ہے۔(۱)

تیسری دلیل :

ابن حزم رحمہ اللہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں، روینا من طریق عبد الرزاق عن سفیان الثوری عن منصور عن زید بن وھب قال : دخلت انا وابن مسعود المسجد والامام راکع فرکعنا ثم مضینا حتّٰی استوینا فی الصف، فلمّا فرغ الامام قمت اقضی فقال ابن مسعود : قد ادرکتہ (۲)

زید بن وہب کہتے ہیں میں اور ابن مسعودؓ مسجد میں داخل ہوئے تو امام رکوع میں تھے ہم بھی رکوع میں چلے گئے اور پھر چلتے

(۱) المحلی لابن حزم ۳/۲۴۳ (۲) المحلی لابن حزم ص ۲۰ حاشیہ ۳

ہوئے صف میں شامل ہو گئے۔ جب امام نماز سے فارغ ہوئے تو میں نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو ابن مسعودؓ نے فرمایا تم نے نماز پوری کر لی ہے (حدیث کے دوسرے الفاظ یہ ہیں میرا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا اور فرمایا تمہاری نماز پوری ہو گئی ہے)

ابن حزم کہتے ہیں زید بن وہب کا نماز پوری کرنے کے لئے اٹھنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رکوع کی رکعت کو دوبارہ پڑھا جائے اور زید بن وہب صحابہ میں سے تھے (۱)

---

(۱) لیکن ابن حجر اصابہ ۱/۵۸۳-۵۸۴ میں کہتے ہیں زید بن وہب الجہنی ابو سلیمان نزیل الکوفۃ یہ نبی صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کے عہد مبارک میں مسلمان ہوئے تھے مگر انھوں نے آپؐ کا دیدار اور آپؐ سے ملاقات نہیں کی تھی۔ چنانچہ ابو نعیم نے من طریق حربی عن یحییٰ بن سلم عن زید بن وہب یہ روایت ذکر کی ہے، قال خرجت وانا ارید رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فبلغتنی وفاتہ فی الطریق۔

زید بن وہب کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور ملاقات کے ارادے سے میں سفر کے لئے روانہ ہوا لیکن راستے میں مجھ کو یہ افسوسناک خبر ملی کہ آپؐ رحلت فرما چکے ہیں (اس سے معلوم ہوا کہ زید بن وہب صحابی نہیں تھے) پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ ابن حزم نے محلی فی صفۃ الصلاۃ میں زید بن وہب کی مذکورہ بالا روایت ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ زید بن وہب صحابہ میں سے تھے، اگر ابن مسعودؓ نے رکوع کی رکعت نہ ہونے کے بارے میں ان کی موافقت نہیں کی تو پھر دونوں کی الگ الگ رائے ہے اور کسی ایک کی بات حجت نہیں ہے۔ یہ عبارت شیخ احمد شاکر نے محلی صفۃ الصلاۃ کے حاشیہ ۳/۳۱۴ میں ذکر کی ہے۔ مزید دیکھئے استیعاب ۲/۵۵۹۔

چوتھی دلیل :

بخاری رحمہ اللہ نے جزء "القراءۃ خلف الامام" میں ابوہریرہ رض کی یہ حدیث ذکر کی ہے، اذا ادرکت القوم رکوعاً لم تعتد بتلک الرکعۃ (۱)

ابوہریرہ رض کہتے ہیں اگر تم لوگوں کو رکوع کی حالت میں پاؤ تو اس رکعت کو شمار نہیں کرو۔

امام بخاری اس حدیث کو سورۂ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کے سلسلے میں لائے ہیں کہ سورہ فاتحہ پڑھے بغیر رکعت نہیں ہوتی۔

رکوع کی رکعت ماننے والوں کے دلائل پر بحث

امام ابن حزم نے اپنی کتاب محلی میں مدرک رکوع کے دلائل کے بارے میں بحث کی ہے، چنانچہ وہ رکوع کی رکعت کے قائلین کی پہلی دلیل کے بارے میں لکھتے ہیں۔

۱۔ اما قولہ علیہ الصلاۃ والسلام : من ادرک من الصلاۃ رکعۃ فقد ادرک الصلاۃ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص نماز میں رکعت پالے اس نے نماز پالی۔

ابن حزم کہتے ہیں یہ فرمان بالکل ٹھیک ہے اور حق ہے اور یہ نماز میں رکعت رکوع کی رکعت ماننے والوں پر حجت ہے، کیونکہ نماز کا جو حصہ مقتدی سے رہ گیا ہے وہ اس سے ساقط نہیں ہوا ہے وہ اسے پورا کریگا اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اس فرمان میں یہ نہیں ہے جو شخص رکوع پالے اس کی رکعت ہوگئی۔

۲۔ رکوع کی رکعت ماننے والوں کی دوسری دلیل پر بحث

---

(۱) دیکھئے ارواء الغلیل للشیخ ناصر الدین البانی ۲/ ۲۶۵

اسی طرح نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ فرمان، من ادرک الرکعۃ فقد ادرک السجدۃ، جس شخص نے رکوع پالیا اس نے سجدہ (رکعت) پالی۔ آپؐ کا یہ فرمان بالکل حق و سچ ہے اسمیں کوئی شک نہیں، لیکن آپؐ نے یہ نہیں فرمایا جس نے رکوع پالیا اس نے شروع کا یعنی رکوع سے پہلے والا قیام بھی پالیا۔

۳۔ رکوع کی رکعت ماننے والوں کی تیسری دلیل پر بحث

ابی بکرۃ رضؓ کی حدیث میں رکوع کی رکعت ہونے سے متعلق کوئی صراحت اور وضاحت نہیں ہے اس لئے یہ حدیث دلیل اور حجت نہیں بن سکتی۔ اس میں یہ وضاحت بھی نہیں ہے کہ یہ رکعت ہوگئی ہے اور اسے پورا نہ کیا جائے (۱)

امام ابن حزم کی بحث و مناقشہ کا جواب

ابن حزم رحؒ نے رکوع کی رکعت ماننے والوں کے دلائل کے بارے میں جو بحث کی ہے بالترتیب اب اس کا جواب دیا جاتا ہے اور رکوع کی رکعت ہونے پر وضاحت کی جاتی ہے۔

ابوہریرہؓ کی یہ حدیث من ادرک من الصلوٰۃ رکعۃ فقد ادرک الصلاۃ، اس میں یہ دلیل اور حجت نہیں ہے کہ رکوع پالینے سے رکعت نہیں ہوتی بلکہ یہ تو رکوع پالینے سے رکعت ہوجانے کے سلسلے میں بڑی مضبوط اور واضح دلیل ہے کیونکہ حدیث کے الفاظ ہی سے یہ بات واضح ہوتی ہے اور اس سلسلے میں کسی امر خارجی یعنی رکوع کی رکعت نہ ہونے پر استدلال کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

---

(۱) دیکھئے محلی لابن حزم ۳/۲۱۳-۲۱۴،

چنانچہ یہ حدیث رکوع کی رکعت ہونے پر بڑی صریح اور واضح دلیل ہے کیونکہ یہ بات ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ رکعت سے مراد رکوع ہے اور اس کی وضاحت میں ہم نے کچھ آثار بھی ذکر کر دیئے ہیں جو اس بارے میں قطعی حجت کی حیثیت رکھتے ہیں جن سے رکعت کا لفظ بول کر رکوع مراد لیا گیا ہے پھر جب کوئی شخص رکوع میں مل جاتا ہے اور اس کی وہ رکعت شمار ہو جاتی ہے تو پھر وہ اس رکعت کی قضاء کیوں کریگا کیونکہ وہ تو یہ رکعت پا چکا ہے قضا تو اس رکعت کی کریگا جو اس سے فوت ہو گئی ہے نہ کہ اس رکعت کی جو اسے مل گئی ہے اور اس نے پڑھ لی ہے۔

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "من ادرك الركعة فقد ادرك السجدة"۔ اس کا مفہوم اور مطلب یہ ہے کہ جو شخص رکوع حاصل کر لیتا ہے اس نے وہ رکعت بھی پالی، کیونکہ کبھی رکعت کا اطلاق رکوع پر ہوتا ہے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم كان يصلي في كسوف الشمس والقمر اربع ركعات واربع سجدات[1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چاند گرہن اور سورج گرہن کے موقع پر جو نماز پڑھتے تھے اسمیں چار رکوع اور چار سجدے ہوتے تھے۔

---

(۱) ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ طویل حدیث بخاری فی الکسوف باب خطبۃ الامام فی الکسوف ۱/۱۸۵ بحاشیہ سندی، مسلم فی الکسوف (باقی اگلے صفحہ پر)

اور سورج گرہن اور چاند گرہن کے موقع پر دو رکعت پڑھنی مشروع و معروف ہیں۔ اگر چار رکعات ہوتیں تو اس کے لئے پھر آٹھ سجدے ہوتے لیکن احادیث میں چار سجدوں کا ذکر ہے۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، فصلی اربع رکعات فی رکعتین واربع سجدات (۱) آپؐ نے دو رکعتوں میں چار رکوع، اور چار سجدے کئے تو بات بالکل واضح ہو گئی کہ آپؐ نے دو رکعتوں میں چار رکوع کئے تھے۔ اور یہ بات بھی بالکل واضح اور روشن ہو گئی کہ رکعت سے مراد رکوع ہے۔

صحیح بخاری باب من ادرک رکعۃ من العصر قبل الغروب کے تحت ابو ہریرہ رضؓ کی یہ حدیث مذکور ہے، اذا ادرک احدکم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) باب صلاۃ الکسوف حدیث نمبر ۹۰۱، ۲/۶۲۰، ابوداؤد نے کتاب جماع ابواب صلاۃ الاستسقاء باب من قال اربع رکعات (الکسوف) ۲/۴۰-۴۱ من مختصر المنذری۔ اور ترمذی نے باب صلاۃ الکسوف عن ابن عباس ۳/۱۲۹-۱۳۰ من تحفۃ الاحوذی۔ نسائی فی الکسوف باب کیف صلاۃ الکسوف ۳/۱۲۹-۱۳۰، ابن ماجہ نے کتاب اقامۃ الصلاۃ باب ما جاء فی صلاۃ الکسوف حدیث نمبر ۱۲۶۳: ۱/۴۰۱، ابو عوانہ نے ۲/۳۷۴-۳۷۵ اور دارمی نے ابن عباس کی حدیث کے یہ الفاظ ذکر کئے ہیں، ان صلاۃ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتان فی کل رکعۃ رکعتان ۱/۳۶۰، بغوی نے شرح السنہ ۴/۳۷۵-۳۷۶ میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔

(۱) دیکھئے التعلیق المغنی علی سنن الدار قطنی ۲/۶۳

سجدۃ من صلاۃ العصر قبل ان تغرب الشمس فلیتم صلاتہ" سورج غروب ہونے سے پہلے اگر تم میں سے کوئی شخص ایک سجدہ (رکعت) پڑھ لیتا ہے تو اسے چاہیئے کہ اپنی نماز پوری کرلے۔
اس حدیث کے تحت حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں ان المراد فیہ "سجدۃ" ای رکعۃ یعنی سجدہ سے مراد رکعت ہے۔
اسی طرح اسماعیلی من طریق حسین بن محمد عن شیبان ان الفاظ کے ساتھ روایت کرتے ہیں "من ادرک منکم رکعۃ"
اس سے معلوم ہوتا ہے الفاظ کا اختلاف راویوں کی وجہ سے ہے، کہیں لفظ رکعت ذکر کیا گیا ہے اور کہیں سجدہ کا لفظ مگر مراد رکعت ہے
امام خطابی کہتے ہیں المراد بالسجدۃ: الرکعۃ برکوعھا وسجودھا(۱) سجدہ سے مراد رکعت ہے رکوع اور سجدہ سمیت پوری رکعت۔
اسی طرح امام عبدالرزاق صنعانی اپنی کتاب مصنف میں باب باندھتے ہیں۔ "باب من ادرک رکعۃ او سجدۃ" پھر اس کے تحت ابو ہریرہ رضہ کی یہ حدیث ذکر کرتے ہیں، عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم "من ادرک رکعۃ من الصلاۃ فقد ادرک الصلاۃ" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نماز کی ایک رکعت پالی اسنے نماز پالی۔
حدیث عبدالعزیز بن رفیع عن شیخ من الانصار قال: دخل رجل المسجد والنبی صلے اللہ علیہ وسلم فی الصلاۃ فسمع خفق نعلیہ، فلما انصرف قال علی ای حال وجدتنا؟

---

(۱) فتح الباری ۲/۳۸

قال سجودًا، فسجدت، قال: کذالك فافعلوا، ولاتعتدوا بالسجود الا ان تدرکوا الرکعة، واذاوجدتم الامام قائمًا فقوموا، اوقاعدا فاقعدوا اوراکعا فارکعوا اوساجدًا فاسجدوا اوجالسًا فاجلسوا (۱)

ایک انصار کے شیخ روایت کرتے ہیں ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں تھے، آپؐ نے اسکے جوتوں کی آواز سنی، جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا، تم نے ہمیں کس حال میں نماز میں پایا؟ اس نے جواب دیا کہ سجدہ کی حالت میں پایا اور میں نے بھی سجدہ کیا، آپؐ نے فرمایا، ٹھیک ہے ایسا ہی کیا کرو لیکن سجدہ کی حالت میں رکعت کو شمار نہ کرو۔ ہاں اگر رکوع کی حالت میں شامل ہو تو رکعت شمار کرو۔ اور جب تم امام کو قیام کی حالت میں پاؤ تو تم بھی کھڑے ہو جاؤ اور قاعدہ کی حالت میں

---

(۱) المصنف لعبدالرزاق ۲۸۱/۲ کتاب کے محقق نے کتاب بیہقی سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ کے حوالوں کا بھی اشارہ کیا ہے۔ رہی بات یہ کہ رکوع میں اگر کوئی آکر شامل ہوتا ہے تو اس سے قیام رہ جاتا ہے لیکن جب کوئی شخص تکبیر تحریمہ کہہ کر کھڑا ہوتا ہے اور پھر رکوع میں جاتا ہے تو اس طرح گویا اس کو قیام حاصل ہو گیا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا اعتبار فرمایا ہے اور ایسی حالت میں رکوع میں شامل ہونے پر رکعت شمار فرمائی ہے جیسا کہ ابوبکرہؓ والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

امام کو پاؤ تو تم بھی بیٹھ جاؤ اگر رکوع کی حالت میں امام کو پاؤ تو تم بھی رکوع کرو، اگر سجدہ میں پاؤ تو تم بھی سجدہ کرو۔ اگر امام کو بیٹھے ہوئے پاؤ تو تم بھی بیٹھ جاؤ۔

۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ اگر ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں رکوع میں شامل ہونے پر رکعت نہ شمار ہوتی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم ضرور رکعت کو لوٹانے کا حکم فرماتے، لیکن آپؐ نے رکعت لوٹانے کا نہ تو حکم فرمایا اور نہ ہی آپ سے یہ خبر منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہو رکوع میں ملنا رکعت ہونے کے لئے کافی نہیں ہے۔ تو اصل بات یہی ہے کہ جب مقتدی رکوع میں شامل ہو گیا ہے تو اس کی وہ رکعت ہو گئی ورنہ بالضرور نبی صلے اللہ علیہ وسلم رکعت لوٹانے کا حکم فرماتے اور رکعت نہ ہونے کی خبر دیتے۔

ابن حزم کا یہ کہنا کہ حدیث میں رکعت کو نہ لوٹانے کی صراحت نہیں ہے یہ بات بالکل صحیح ہے لیکن یہ کہاں ہے کہ رکعت کو لوٹایا تھا کیا اس بارے میں کوئی دلیل ہے؟ جب رکعت کو لوٹانے کی کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی اس بارے میں کوئی روایت ملتی ہے تو پھر اصل بات یہ ہے کہ رکعت نہیں لوٹائی جائے گی، اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ رکوع کی رکعت کو شمار کرنے سے نہیں روکا گیا تھا بلکہ نماز کے لئے آتے ہوئے تیز آنے سے اور نماز میں تاخیر سے آنے سے اور بھاگتے دوڑتے ہوئے آنے سے منع کیا گیا ہے جس سے سانس پھول جائے، جیسا کہ حافظ ابن حجر اور زیلعی نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے، واللہ اعلم

امام شوکانی اور امام ابن حزم کے دلائل پر مناقشہ اور بحث

شوکانیؒ اور ابن حزمؒ نے جو دلائل اس سلسلے میں دئیے ہیں اور ہم نے گزشتہ صفحات میں ذکر کیے ہیں ان سب دلائل کے جوابات دئیے گئے ہیں ان صفحات میں ہم بالترتیب انکے کچھ جواب ذکر کریں گے،

ان ائمہ کے جملہ دلائل میں ایک دلیل یہ ہے کہ رکوع کی رکعت کو اگر شمار کیا جائے تو پھر مقتدی سے سورۂ فاتحہ رہ جاتی ہے جو کہ ضروری ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ نماز پڑھنے والے کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں۔ یا تو وہ امام ہوگا یا منفرد یا مقتدی، تو اگر امام یا منفرد ہے تو اس صورت میں ان کے لئے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے اور سورۂ فاتحہ کی فرضیت کے سلسلے میں جو دلائل ابن حزمؒ اور شوکانیؒ نے دئیے ہیں لاصلاۃ الا بقراءۃ امام اور منفرد ہونے کے حالت میں ضرور ان احادیث پر عمل ہوگا۔ لیکن مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے سلسلے میں اختلاف ہے۔ بعض ائمہ مقتدی کے لئے بھی سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کو ضروری جانتے ہیں اور بعض امام کی قراءت کو انکے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ ان کی دلیل جابر بن عبداللہؓ کی یہ حدیث ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، من کان لہٗ امام فقراءۃ الامام لہٗ قراءۃ (۱)

---

(۱) امام احمدؒ نے مسند ۳/۳۳۹، ابن ماجہ نے کتاب اقامۃ الصلاۃ باب اذا قرأ الامام فانصتوا حدیث نمبر ۸۵۰: ۱/۲۷۷، طحاوی نے شرح معانی الآثار ۱/۲۱۷، امام ابوحنیفہؒ نے اپنی مسند میں ص ۳۰۷ (باقی اگلے صفحہ پر)

امام طحاویؒ کہتے ہیں علماء کی ایک جماعت کے نزدیک جہری نماز میں مقتدی کو کچھ نہیں پڑھنا چاہیئے۔

اور ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ جہری نماز میں بھی سورۂ فاتحہ ضرور پڑھنی چاہیئے اور ان کی دلیل ام المؤمنین عائشہؓ وابوہریرہؓ کی یہ حدیث ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کل صلاۃ لم یقرأ فیھا بام الکتاب فھی خداج۔ ہر نماز جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز ناقص ہے۔

نوٹ: مصنف کتاب نے یہاں بعض دلائل ذکر کئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کے ضمن میں جو احادیث آئی ہیں وہ عام ہیں اور حدیث "من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ" یہ حدیث خاص ہے لیکن اکثر محدثین کے نزدیک من کان لہ امام، یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس سلسلے میں امام شوکانی کا فتویٰ زیادہ صحیح ہے جس میں انھوں نے قراءۃ فاتحہ کے مقابلے میں رکوع میں ملنے والے کی حالت کو خاص کیا ہے یعنی نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ہر ایک کیلئے ضروری ہے لیکن اگر کوئی شخص رکوع میں آکر ملے اسکے لئے ضروری نہیں۔ مصنف نے آگے امام شوکانی کا فتویٰ ذکر کیا ہے جس میں تفصیلی بحث ہے۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) قاضی ابو یوسف نے الآثار حدیث نمبر ۱۱۳ صفحہ نمبر ۲۳، ابونعیم نے حلیہ: ۳۳۴/۷، دارقطنی نے سنن ۳۲۳/۱ - ۳۲۶، ابن ابی شیبہ نے مصنف ۳۷۶/۱ میں ذکر کیا ہے۔ دارقطنی، ابن عدی اور بیہقی کہتے ہیں یہ حدیث مرسلاً صحیح ہے لیکن متصلاً مرفوعاً ضعیف ہے۔ البانی حدیث حسن کہتے ہیں ارواء الغلیل ۲۶۸/۲ لیکن اکثر محدثین کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس طرح سورۂ فاتحہ پڑھنے سے امام کی اقتدا اور پیروی کرنے کے سلسلے میں جو احادیث آئی ہیں انکی مخالفت ہوگی اس کی تفصیل یوں ہے اگر کوئی شخص جماعت میں ملتا ہے اور امام اس وقت رکوع میں ہے یا رکوع کے بعد جماعت میں ملتا ہے اور پھر یہ آنے والا شخص سورۂ فاتحہ شروع سے آخر تک پڑھتا ہے تو اس طرح پڑھنے سے یہ امام کی مخالفت کرتا ہے نہ امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہوتا ہے اور اس سے امام کے ساتھ اعتدال کرنا بھی فوت اور ضائع ہوتا ہے جبکہ شارع علیہ السلام نے اسے امام کی متابعت اور پیروی کا حکم دیا ہے جو اس کیلئے واجب اور ضروری ہے اور امام کی مخالفت ناجائز اور حرام ہے۔

تیسری بات یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، "من ادرك الامام على حالة فليصنع كما يصنع الامام"۔ جو شخص امام کو کسی حالت (رکوع، سجدہ وغیرہ) میں پائے تو وہ بھی ویسے ہی کرے جیسے امام کر رہا ہے یعنی اگر امام رکوع میں ہے تو آنے والا بھی رکوع میں مل جائے، اگر امام سجدہ میں ہے تو آنیوالا بھی سجدہ میں امام کے ساتھ چلا جائے۔

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ آنے والے شخص کے لئے یہ بات ضروری اور لازم ہے کہ وہ امام کو جس حالت میں پائے تو وہ بھی اسی حالت میں اس کے ساتھ شریک ہو جائے اور جو امام کر رہا ہے وہ بھی ایسا ہی عمل کرے۔

اور یہ بات واضح اور بالکل بدیہی ہے کہ امام کی متابعت

۲۔ ابن حزم نے رکوع کی رکعت نہ ہونے کے سلسلے میں دوسری دلیل یہ پیش کی ہے، نبی علیہ السلام کا فرمان ہے "....وما فاتکم فأتموا" جو نماز تم سے رہ جائے وہ پوری کرو۔ یہ اس لیئے دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ رکوع پانے سے رکعت فوت نہیں ہوتی اور رکوع پانے کے بعد پھر رکعت کی قضا اور اس کو لوٹانا ضروری نہیں کیونکہ مقتدی نے وہ رکعت ادا کرلی ہے لہٰذا اسے رکعت شمار کیا جائے گا اور کافی سمجھا جائے گا۔

اور یہ کہنا کہ رکوع کی رکعت شمار کرنے سے سورۃ فاتحہ اور قیام رہ جاتے ہیں اور یہ دونوں فرض ہیں اس کا جواب پچھلے صفحات میں دیا جاچکا ہے۔ مزید اس کی تائید میں علماء اور فقہاء کی ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ ہر رکعت میں پڑھنا ضروری ہے مگر مسبوق کے لئے ضروری نہیں ہے۔ جیسے کوئی شخص جماعت میں بعد میں آکر قیام یا رکوع کی حالت میں شامل ہوا ہو اس کی رکعت سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر بھی ہو جائے گی۔[1]

علماء و فقہاء اس بات پر سب متفق ہیں کہ نماز میں جتنی چیزیں ضروری ہیں تو یہ قدرت اور طاقت ہونے کی صورت میں ضروری ہیں اور اگر انسان ان کو ادا کرنے سے عاجز آجائے اور ادا نہ کر سکے تو پھر اس صورت میں یہ احکام ضروری نہیں ہونگے بلکہ ان کے حق میں ساقط ہو جائیں گے۔ تو قیام جو کہ نماز کے فرائض میں سے یک رکن ہے تو یہ عاجز ہونے کی صورت میں یعنی جب قیام کی حالت

---

(۱) مغنی المحتاج بشرح المنهاج للخطيب ۱/ ۱۵۷ بتصرف يسير۔

میں کوئی شامل نہ ہو سکے تو یہ مقتدی سے ساقط اور معاف ہو جاتا ہے۔
اسی طرح نماز کے ضروری ارکان میں سے سورہ فاتحہ بھی ہے۔
اگر کوئی شخص اس کے پڑھنے پر قادر نہیں ہے عاجز ہے (رکوع کی حالت میں نماز میں ملا ہے اور رکوع میں قرآن پڑھنا ناجائز ہے) تو ایسی صورت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا اس سے ساقط اور معاف ہو جائے گا۔(۱)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ حدیث ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں "..... وایضاً فھذا عموم قد خص منہ المسبوق بحدیث ابی بکرۃ وغیرہ، وخص منہ الصلاۃ بالمأمین، فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما صلی بالناس وقد سبقہ ابوبکر ببعض الصلاۃ قرأ من حیث انتہی ابوبکر رضی اللہ عنہ .....؛ (۲)

لا صلوٰۃ الا بام القرآن، لا صلاۃ لمن لم یقرأ بام القرآن لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب، ان احادیث کو ذکر کرنے کے بعد (جن کا معنی ہے سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی)
شیخ الاسلام فرماتے ہیں:
نماز کے سلسلے میں یہ احادیث عام ہیں اور حدیث ابی بکرۃ رض اور بعض دوسری احادیث (جن سے رکوع کی رکعت کو شمار کرنے اور پا لینے کے بارے میں وضاحت ملتی ہے) یہ احادیث

(۱) دیکھئے فتاوی سعدیہ، للشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ ۱/۱۷۱

(۲) مجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۲۳/ ۲۹۰

مسبوق یعنی جماعت میں بعد میں آنے والوں کے ساتھ خاص ہیں اسی طرح مسبوق کی امامت کے ساتھ بھی خاص ہیں۔ کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کے بعد جب لوگوں کو نماز پڑھائی تو جہاں تک ابوبکرؓ نے نماز پڑھائی تھی اس کے بعد سے آپؐ نے نماز پڑھائی اور آپؐ نے سورۂ فاتحہ سے دوبارہ ازسرنو نماز کو شروع نہیں فرمایا کیونکہ آپؐ تو ابوبکر کی شروع کی ہوئی نماز کو پورا فرمارہے تھے۔

۳۔ ابن حزم کا یہ کہنا کہ زید بن وہب رکوع کی رکعت کو پورا کرنے کے لئے اٹھے تھے جب وہ ابن مسعودؓ کے ساتھ جماعت میں شامل ہوئے تھے اور زید بن وہب بھی صحابی تھے لہذا صحابی کا عمل حجت ہے۔

ابن حزم کا یہ استدلال اس لئے صحیح نہیں ہے کہ زید بن وہب بقول ابن حجر اور ابن عبداللہ صحابی نہیں تھے بلکہ مشہور تابعی تھے۔

پھر اس میں یہ صراحت کہاں ہے کہ زید بن وہب نے رکوع کی رکعت کو دوہرایا تھا؟ بلکہ روایات سے تو یہ بات وضاحت کے ساتھ معلوم ہوئی ہے کہ جب وہ نماز کے بعد کھڑے ہوئے تو ابن مسعودؓ نے انھیں بٹھادیا اور انھیں بتایا کہ تمہاری نماز پوری ہوگئی ہے اور رکوع کی رکعت کو انھوں نے شمار کیا اس وقت زید بیٹھ گئے اور انھوں نے نماز نہیں پڑھی چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں

قال: فاخذ عبد اللہ بیدی فاجلسنی وقال انک ادرکت"

عبداللہ بن مسعودؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو بٹھادیا اور فرمایا، تم نے (رکوع میں ملنے سے) رکعت پالی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ زید بن وہب نہیں جانتے تھے کہ رکوع میں ملنے

سے رکعت ہو جاتی ہے مگر جب عبداللہ بن مسعودؓ نے انھیں بتایا اور خبر دی کہ رکوع میں ملنے سے تمہاری رکعت ہو گئی ہے تو پھر اسکے بعد یہ بات منقول نہیں ہے کہ انھوں نے عبداللہ بن مسعودؓ کے کہنے کے بعد بھی اس رکعت کو پورا کیا ہو۔

تو پھر کس طرح زید بن وہب کا یہ اثر رکوع کی رکعت کو لوٹانے کے لئے دلیل بن سکتا ہے۔؟

۴۔ اور ابو ہریرہؓ کا یہ اثر اذا ادرکت القوم رکوعًا لم تعتد بتلك الرکعۃ، جب تم لوگوں کو رکوع کی حالت میں پاؤ تو اس رکعت کو شمار نہ کرو۔ ابو ہریرہؓ کا یہ قول آثار صحیحہ اور ثابتہ کے مخالف ہے پھر خود ابو ہریرہؓ نے ایک دوسری حدیث اس کے مخالف بیان کی ہے جس میں رکوع کی رکعت کو شمار کرنیکا ثبوت ملتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کی سند بھی ضعیف ہے کیونکہ ابن اسحاق کا عنعنہ اور اس میں راوی معقل ہے جسے ابن حبان کے علاوہ کسی اور نے ثقہ نہیں کہا ہے۔ اس کے بارے میں ازدی کہتے ہیں کہ یہ متروک ہے۔ لیکن بخاریؒ نے کتاب "جزء القراءۃ" میں ایک جماعت سے یہ روایت کی ہے، لایجزئك الا ان تدرك الامام قائمًا یعنی امام کو قیام کی حالت میں پانے سے ہی رکعت ہوگی ورنہ نہیں۔ ابو ہریرہ کا یہ اثر ابن اسحاق کے عنعنہ کے بغیر بھی ثابت ہو گیا ہے لیکن اس میں معقل منفرد ہے اسلئے یہ صحیح نہیں ہے۔

پھر الفاظ اثر یہ ہیں کہ "....الا ان تدرك الامام قائمًا" اگرچہ یہ قیام لحظہ بھر کے لئے ہی ہو، پھر رکوع میں چلا جائے تو

رکعت ہوگئی، اور امام بخاری اس اثر کو قراءۃ الفاتحہ کے وجوب کے سلسلے میں لائے ہیں کہ سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر رکعت نہیں ہوگی۔ اور لحظہ بھر کھڑے ہونے سے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی جاتی۔ واللہ علم (۱)

رکوع کی رکعت ہونیکے سلسلے میں بعض ائمہ کرام کی نصوص

یہاں ہم حدیث اور فقہ کے امام مالک بن انس اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کی نصوص رکوع کی رکعت کے بارے میں پیش کرتے ہیں:

۱ - امام مالک رحمہ اللہ :

المدونۃ الکبریٰ میں امام مالکؒ سے یہ روایت ہے وہ فرماتے ہیں جب کوئی شخص آئے اور امام رکوع کی حالت میں ہو تو وہ بھی رکوع کر لے اور اگر اسے ڈر ہو کہ امام رکوع سے سر اٹھانے والا ہے تو جہاں ہے، وہیں رکوع کر لے اور پھر چلتا ہوا صف میں شامل ہو جائے۔

راوی امام سحنون بن سعید کہتے ہیں، میں نے امام مالک سے کہا اگر وہ شخص صف میں پہنچنے کی امید نہ رکھتا ہو پھر بھی کیا رکوع کرلے؟ تو امام صاحب نے کہا، ہاں رکوع کرنا اسکے لئے کافی ہو جائے گا۔

راوی کہتے ہیں میں نے ابن قاسم سے پوچھا اگر کوئی شخص آئے اور امام نماز عید یا نماز خسوف (گرہن کی نماز) یا نماز استسقاء (بارش کے لئے نماز) کے رکوع میں ہو اور وہ شخص رکوع میں جانیکا ارادہ کرتا ہے لیکن اسے اس بات کی امید نہیں ہے کہ وہ صف میں شامل ہو جائے گا تو اس صورت میں وہ کیا کرے؟

ابن قاسم نے کہا، امام مالک سے تو اس بارے میں مجھ کو تفصیل

---

(۱) ارواء الغلیل للشیخ البانی ۲/۲۶۵ اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۲/۵۹

معلوم نہیں ہے لیکن میرے نزدیک یہ نمازیں بھی فرض نماز ہی کی طرح ہیں۔ جب فرض نماز میں اس طرح کرنا جائز ہے تو پھر ان نمازوں میں بھی صف میں شامل ہونے سے پہلے رکوع کرنا جائز ہے

(ابن وھب) عن یونس بن یزید عن ابن شہاب قال: اخبرنی ابوامامۃ بن سھل ابن حنیف: انہ رأی زید بن ثابت دخل المسجد والامام راکع فمشی حتیٰ امکنہ ان یصل الی الصف وھو راکع کبّر فرکع۔ ثمّ دبّ وھو راکع حتی وصل الی الصّف۔

ابو امامہ کہتے ہیں انھوں نے زید بن ثابت کو دیکھا وہ مسجد میں آئے تو امام کو رکوع میں دیکھا تو وہ چلتے ہوئے صف سے قریب ہوئے اور اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلے گئے اور پھر چلتے ہوئے صف میں شامل ہو گئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب فرض نماز میں اس طرح رکوع میں شامل ہو سکتے ہیں تو دیگر نمازوں میں بھی اس طرح کا عمل کیا جا سکتا ہے۔

ابن وہب کہتے ہیں اس طرح کی روایت مجھے اہل علم سے عبداللہ بن مسعودؓ قاسم بن محمد اور ابن شہاب کے بارے میں بھی ملی ہیں (۱)

۲۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

مسائل امام احمد بن حنبل میں اسحاق بن ابراہیم بن ہانی

---

(۱) المدونۃ الکبریٰ، الامام مالک بن انس ۱/۶۹-۷۰،

کی یہ روایت ہے کہ میں نے امام احمدؒ سے پوچھا اگر کوئی شخص لوگوں کو رکوع کی حالت میں پائے تو کیا کرے۔

امام احمد نے فرمایا، اگر اسے رکعت فوت ہونے کا ڈر ہو تو وہ رکوع کرلے، اور اگر اسے یہ معلوم ہو کہ صف میں ملکر رکوع کرلے گا تو پھر پہلے رکوع نہ کرے کیونکہ ابو بکرۃؓ کی حدیث میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا تھا، "زادك الله حرصًا ولا تعد"۔ اللہ تعالیٰ تمہارے رکعت پانے کے شوق کو اور زیادہ کرے آئندہ ایسے نہ کرنا۔

پھر امام احمدؒ مزید وضاحت فرماتے ہیں کہ اگر اسے یہ معلوم ہوا کہ وہ رکوع کے اندر جماعت کے ساتھ ملجائیگا تو پھر یہ صف میں پہنچنے سے پہلے رکوع نہ کرے، اور اگر اس کا خیال ہے کہ صف میں پہنچنے تک وہ رکوع میں شامل نہیں ہو سکے گا تو پھر ایسی صورت میں صف میں ملنے سے پہلے ہی رکوع کرلے (۱)۔

راوی نے پوچھا اے عبداللہ حدیث ابی بکرۃؓ "زادك الله حرصًا ولا تعد" کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ جواب میں امام احمد نے کہا یہ ان لوگوں کے لئے حجت ہے جو سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز کو جائز نہیں سمجھتے، کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابی بکرۃؓ کی نماز کو رکوع میں ملنے سے قراءۃ کے بغیر جائز اور ٹھیک نہیں فرمایا؟ (۲)

---

(۱) مسائل امام احمد لابن ہانی ۱/۶۴

(۲) مسائل امام احمد ۱/۵۳

یعنی رکوع میں ملنے سے بغیر فاتحہ پڑھے بھی وہ رکعت ہو جائے گی کیونکہ اب فاتحہ پڑھنے کا موقع اور وقت نہیں ہے سورۂ فاتحہ تو قیام کی حالت میں پڑھی جاتی ہے۔

فتویٰ الشوکانی فی "الفتح الرّبّانی"

کتاب فتح الرّبّانی میں رکوع کی رکعت کے بارے میں امام شوکانی کا فتویٰ

نیل الاوطار میں امام شوکانی نے بغیر سورۂ فاتحہ پڑھے یعنی رکوع کی رکعت کو شمار نہ کرنے اور رکوع کی رکعت نہ ہونے کو ترجیح دی ہے اور رکوع کی رکعت ہونے کے سلسلے میں جمہور کے جو دلائل ہیں انکا جواب دیا ہے[1]۔

لیکن کتاب "فتح الربانی فی فتوی الشوکانی" میں ان کی تحقیق اس کے خلاف ہے اور انھوں نے جمہور کے مذہب کو یعنی رکوع کی رکعت ہونے کو ترجیح دی ہے۔

یہ فتوی علامہ ابوالطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی نے اپنی کتاب عون المعبود شرح سنن ابی داؤد میں اپنے شیخ علامہ حسین بن محسن انصاری سے نقل کیا ہے[2]۔

علماء اسلام رضی اللہ عنہ کے سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کے بارے میں کیا فرامین ہیں؟ اگر کوئی شخص رکوع کی حالت میں امام کے ساتھ جماعت میں ملتا ہے تو کیا اس کے لئے ضروری ہے کہ امام کے

---

(۱) دیکھئے نیل الاوطار ۳/۶۷-۷۰

(۲) عون المعبود ۳/۱۵۷-۱۶۱۔

سلام پھیرنے کے بعد وہ رکعت پوری کرے؟ کیونکہ اس شخص سے قیام اور سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فوت ہو گیا ہے اور صحیحین کی حدیث ہے کہ "فما ادرکتم فصلّوا وما فاتکم فاتمّوا" وفی روایۃ "فاقضوھا" یعنی جتنی نماز امام کے ساتھ مل جائے وہ پڑھ لو اور جو رہ جائے اسے (امام کے سلام پھیرنے کے بعد) پوری کر لو۔

طبرانی کی روایت میں ابوبکرہ والی حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان "زادک اللہ حرصًا ولا تعد" کے بعد یہ الفاظ زیادہ ہیں "صلّ ما ادرکت واقض ما سبقک" جو نماز امام کے ساتھ پاؤ وہ پڑھ لو اور جو رہ جائے وہ بعد میں پوری کر لو جیسا کہ مصنّف ابن ابی شیبہ میں معاذ بن جبل رض کی حدیث ہے جب وہ نماز کے لئے آئے تو ان سے نماز کا کچھ حصّہ رہ گیا اور انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سلام پھیرنے کے بعد پورا کیا، اس پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "انّ معاذًا قد سنّ لکم فھکذا فاصنعوا" ؟ بیشک معاذ نے تمہارے لئے اچھا طریقہ منتخب کیا ہے پس تم بھی ایسا ہی کیا کرو کیونکہ پہلے یہ طریقہ تھا جو شخص نماز میں دیر سے آتا اور اس کی جتنی نماز رہ جاتی تو پہلے وہ اپنی فوت شدہ نماز پڑھتا اور پھر امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاتا یا پھر مقتدی رکعت پالے مگر سورۂ فاتحہ پڑھنے پر قدرت نہ رکھے جیسا کہ صحیح ابن خزیمہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے، "من ادرک رکعۃ مع الامام قبل ان یقیم الامام صلبہ فقد ادرکھا" جو شخص امام کے رکوع سے کمر اٹھانے سے پہلے پہلے

رکوع میں شامل ہو جائے تو اس نے وہ رکعت پالی۔

ابن خزیمہ نے اس حدیث پر باب باندھا ہے باب ذکر الوقت الذی یکون فیہ المأموم مدرکاً للرکعۃ۔ اس وقت کا ذکر جس میں مقتدی رکعت پالیتا ہے۔

اس کے علاوہ سنن دارقطنی میں ایک حدیث ہے "مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ"

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں اس حدیث کے سب طرق تمام محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کے سب طرق ضعیف ہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔

ابن ہمام نے فتح القدیر میں اس حدیث کو کئی طرق سے لاکر تقویت دی ہے اور فقیہ صالح المقبلی نے "الابحاث المسددۃ" میں اس بارے میں اتنی بحث و تمحیص کی ہے کہ صحیح بات اور تحقیق کا متلاشی اور تردد و پریشانی اور الجھن میں پڑ جاتا ہے۔

براہ کرام آپ اس اہم مسئلہ میں جواب تحریر فرمائیں جس سے دل مطمئن ہو جائے اللہ تعالیٰ آپ کو مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر دے آمین۔

اس کے جواب میں بقیۃ الحفاظ القاضی العلامۃ محمد بن علی الشوکانیؒ فرماتے ہیں۔ صحیح دلائل سے یہ بات تو مسلمہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ہر نمازی چاہے وہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد سب کے لئے ہر رکعت میں ضروری ہے۔

امام اور منفرد کا معاملہ تو بالکل واضح ہے۔

اور ماموم و مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ کے علاوہ اور دوسری قرارۃ امام کے پیچھے پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے "وَإِنَّہٗ لَا صَلَاۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِھَا"۔ سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر اسکی نماز مکمل نہیں ہے۔

حدیث المسیء صلاتہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔

"ثُمَّ کَذٰلِکَ فِیْ کُلِّ رَکَعَاتِکَ فَافْعَلْ" پھر تم اپنی ہر رکعت میں اسی طرح قرارۃ سورۃ فاتحہ اور رکوع سجدے اور دیگر ارکان اطمینان اور سکون سے ادا کرو۔

حاصل یہ ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب اور ضروری ہے کیونکہ نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا وجوب واضح اور ظاہر دلائل سے ثابت اور بیّن ہے۔

جب تمھیں سورۃ فاتحہ کی اہمیت کے بارے میں یہ بات معلوم ہوگئی تو پھر اچھی طرح جان لو اگر کوئی شخص نماز کے لئے آتا ہے تو امام کو جس حالت میں پائے (یعنی قیام، رکوع یا سجدہ) تو مقتدی بھی ویسا ہی کرے، یعنی اسی حالت قیام، رکوع، سجدہ وغیرہ میں شامل ہوجائے۔

پس اگر کوئی شخص آیا اور امام اسوقت نماز کے آخری قیام میں ہے تو وہ بھی اسی کے ساتھ شامل ہوجائے۔ مقتدی کے اللہ اکبر کہنے کے بعد امام اگر رکوع میں چلے گئے ہیں تو یہ مقتدی بھی امام کی اقتدا کرتے ہوئے رکوع میں چلا جائے گا کیونکہ اس کو امام کی متابعت کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا "وَإِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا"

جب امام رکوع کرے تو تم بھی اس کے ساتھ رکوع کرو اور حدیث میں ہے "اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤتَمَّ بِہٖ" حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ، امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے تاکہ تم مقتدی لوگ اسکی متابعت اور پیروی کرو۔ اب اگر مقتدی امام کے رکوع میں جانے کے بعد کھڑا رہے اور سورۂ فاتحہ پڑھنے لگے اور رکوع میں نہ جائے تو اس کا یہ عمل حدیث کے مخالف ہوگا جبکہ اس کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ امام کے ساتھ شریک و شامل ہو جائے اور اسے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ امام کی اقتدار اور پیروی کرتے ہوئے امام کے رکوع کرنے پر وہ بھی رکوع میں چلا جائے۔

پھر حدیث سے یہ بات ثابت ہے آپؐ نے فرمایا "مَنْ اَدْرَکَ الْاِمَامَ رَاکِعًا قَبْلَ اَنْ یُّقِیْمَ الْاِمَامُ صلبہ فَقَدْ اَدْرَکَھَا"۔ جو شخص امام کو رکوع کی حالت میں کمر اٹھانے سے پہلے پہلے پالے تو اس نے وہ رکعت پالی۔ تو امام کے ساتھ شامل ہونے والے اس شخص نے سورہ فاتحہ پڑھنے کا موقع اور وقت ہی نہیں پایا کہ فاتحہ پڑھے اس لئے صرف رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہونے سے اس نے رکعت پالی ہے اور اس کی یہ رکعت پوری ہوگئی ہے۔

پس تم نے اس تشریح سے یہ بات اچھی طرح جان لی ہے کہ رکوع کی رکعت کے ہو جانے کا مسئلہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے وجوب سے خاص ہے یعنی سورۂ فاتحہ کا پڑھنا قیام کی حالت میں اپنی جگہ بالکل صحیح اور درست ہے مگر رکوع کی رکعت کے سلسلے میں الگ مستقل شارع علیہ السلام نے حدیث بیان فرمادی ہے کہ رکوع

میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے اس لئے سورۂ فاتحہ کی فرضیت والی حدیثیں عام ہیں اور رکوع کی رکعت والی حدیثیں خاص ہیں اور دونوں مسئلے اپنی اپنی جگہ بالکل ٹھیک ہیں۔

اس سلسلے میں یہ رائے مضبوط نہیں ہے کہ امام اگر رکوع میں ہو پھر اگر کوئی شخص آئے تو پہلے سورۂ فاتحہ پڑھ لے پھر رکوع میں جائے کیونکہ اس طرح کرنے سے اس حدیث سے اہمال ہو گا اور عمل نہیں ہو گا جس میں آپؐ نے فرمایا ہے امام کے رکوع سے کمر اُٹھانے سے پہلے جو رکوع میں مل گیا اس کی رکعت ہو گئی کیونکہ یہ حدیث تو بالکل واضح اور صریح طور پر بتا رہی ہے اگر کوئی شخص امام کے رکوع سے کمر اُٹھانے سے پہلے مل گیا تو اسکی رکعت ہو گئی اگرچہ اس نے سورۂ فاتحہ کا ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو۔

ہم اس کی وضاحت و صراحت کے سلسلے میں پھر یہ بات دہراتے ہیں کہ امام اگر رکوع میں ہو پھر کوئی شخص آکے اگر پہلے سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے اور پھر امام کے ساتھ رکوع میں شامل بھی ہونا چاہتا ہے تو پھر گویا وہ ایسی بات کے لئے کوشش اور جد و جہد کر رہا ہے جس کا غالب حالات میں پورا ہونا مشکل ہی معلوم ہوتا ہے تو پھر اس حالت میں اس حدیث کے ساتھ اہمال اور بے توجہی برتی جائیگی جس میں آپؐ نے فرمایا امام کے رکوع سے کمر اٹھانے سے پہلے ملجائے تو اس نے رکعت پالی۔

یعنی اگر سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے تو اس میں وقت لگے گا اتنی دیر میں امام رکوع سے اُٹھ جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس طرح سورۃ فاتحہ پڑھنے سے امام کی اقتدار اور پیروی کرنے کے سلسلے میں جو احادیث آئی ہیں انکی مخالفت ہوگی اس کی تفصیل یوں ہے اگر کوئی شخص جماعت میں ملتا ہے اور امام اس وقت رکوع میں ہے یا رکوع کے بعد جماعت میں ملتا ہے اور پھر یہ آنے والا شخص سورۃ فاتحہ شروع سے آخر تک پڑھتا ہے تو اس طرح پڑھنے سے یہ امام کی مخالفت کرتا ہے نہ امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہوتا ہے اور اس سے امام کے ساتھ اعتدال کرنا بھی فوت اور ضائع ہوتا ہے جبکہ شارع علیہ السلام نے اسے امام کی متابعت اور پیروی کا حکم دیا ہے جو اس کیلئے واجب اور ضروری ہے اور امام کی مخالفت ناجائز اور حرام ہے۔

تیسری بات یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، "من ادرک الامام علی حالۃ فلیصنع کما یصنع الامام"۔ جو شخص امام کو کسی حالت (رکوع، سجدہ وغیرہ) میں پائے تو وہ بھی ویسے ہی کرے جیسے امام کر رہا ہے یعنی اگر امام رکوع میں ہے تو آنے والا بھی رکوع میں مل جائے، اگر امام سجدہ میں ہے تو آنیوالا بھی سجدہ میں امام کے ساتھ چلا جائے۔

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ آنے والے شخص کے لئے یہ بات ضروری اور لازم ہے کہ وہ امام کو جس حالت میں پائے تو وہ بھی اسی حالت میں اس کے ساتھ شریک ہوجائے اور جو امام کر رہا ہے وہ بھی ایسا ہی عمل کرے۔

اور یہ بات واضح اور بالکل بدیہی ہے کہ امام کی متابعت

پیروی اور وفاداری ایسی صورت میں ہوگی کہ اگر امام رکوع میں ہے تو یہ شخص بھی رکوع میں اس کے ساتھ شامل ہو جائے اور امام کے ساتھ اعتدال کرے لیکن اس کے برخلاف وہ فاتحہ پڑھنا شروع کریگا تو اس نے امام کی مخالفت کی اور جس حالت میں امام کو پایا تھا ویسا نہیں کیا تو اس نے ایک واجب اور ضروری حکم کی مخالفت کی اور امام کی مخالفت کرنا ناجائز ہے۔

جب تمہارے اوپر یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی ہے کہ امام کے رکوع کی حالت میں یا رکوع کے بعد آنے والے شخص کیلئے سورۂ فاتحہ پڑھنے سے تین سنتوں کی مخالفت ہورہی ہے اور نماز میں ملنے والا شخص ان سے محروم ہورہا ہے اور تین حدیثوں کی مخالفت ہورہی ہے

۱۔ "من ادرك الامام قبل ان يقيم صلبه فقد ادركها"

۲۔ "انما جعل الامام ليؤتم به ... واذا ركع فاركعوا"

۳۔ "من ادرك الامام على حالة فليضع كما يضع الامام"

ان حدیثوں سے صحیح اور حق بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ ہر نمازی کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھنے والی احادیث سے رکوع کی حالت میں ملنے والی احادیث خاص اور ممتاز ہیں کہ رکوع میں ملنے سے بغیر سورۂ فاتحہ پڑھے بھی رکعت ہو جائے گی۔

رکوع کی رکعت ہونے کی تائید میں چوتھی حدیث بھی ہے۔

۴۔ "من ادرك الامام ساجدا فليسجد معه ولا يعد ذلك شيئا"

جو شخص امام کو سجدہ کی حالت میں پائے تو وہ بھی امام کے ساتھ سجدہ کرے اور اس رکعت کو شمار نہیں کیا جائے گا، یہ حدیث

اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر کوئی شخص امام کو رکوع کی حالت میں پائے اور رکوع میں اس کے ساتھ شامل ہو جائے تو اسکی وہ رکعت شمار ہوگی۔

اس چوتھی حدیث کو گزشتہ تین حدیثوں کے ساتھ ملا کر رکوع کی رکعت ہونے کے لئے استدلال کیا گیا ہے۔

رکوع کی رکعت ہونے کے سلسلے میں یہ مندرجہ ذیل فرامین رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کافی وشافی ہیں۔ پایۂ تحقیق اور صحیح بات تک پہنچنے کے متلاشی کو چاہیئے کہ انھیں مضبوطی سے تھام کر ان پر عمل پیرا ہو جائے اور اس سلسلے میں جو خلط ملط اور شک وشبہ ڈالنے والی باتیں اور بحثیں ہیں ان سے بچے اور گریز کرے۔ تردّد وہم اور تمام وسوسوں سے اپنے آپ کو دُور رکھ کر صحیح بات کو تسلیم کرتے ہوئے ان پر عمل پیرا ہو جائے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔ علامہ شوکانی کے فتوے کا متن پورا ہوا۔

شیخ علامہ حسین بن محسن انصاری کہتے ہیں علامہ شوکانی سے اس فتویٰ میں چار سوالات کے بارے میں پوچھا گیا تھا اور ان میں رکوع کی رکعت کا سوال چوتھا تھا جسکی الحمد للہ صراحت اور وضاحت ہوگئی ہے۔ علامہ شوکانی کے صاجزادے علامہ احمد بن علی شوکانی نے اس فتویٰ کا نام رکھا ہے۔

"الفتح الربّانی فی فتاویٰ الامام بن علی الشوکانی" (١)

---

(١) عون المعبود فی شرح سنن ابی داؤد ٣/١٥٧ - ١٦١

الترجیح - رکوع کی رکعت

رکوع کی رکعت ہونے اور نہ ہونے کے سلسلے میں جو دلائل اور آراء ذکر کی گئی ہیں ان سے رکوع کی رکعت ہوجانے کے سلسلے میں بڑی وضاحت اور صراحت ہوگئی ہے۔

(الف) کیونکہ اس سلسلے میں دلائل بڑے قوی اور مضبوط ہیں اور ان پر جو مناقشہ اعتراضات اور بحث کی گئی ہیں وہ دلائل ان اعتراضات سے بھی محفوظ اور سلامت ہیں۔ بلکہ ان دلائل پر بعض اعتراضات اور بحث تو بے جا اور غیر مفید ہیں۔

(ب) اس سلسلے میں محدثین عظام اور ائمہ کرام نے جو نصوص شرعیہ اور دلائل قطعیہ پیش کیئے ہیں اور صحابہ کرام و تابعین عظام کے مبارک عہد سے اس پر جو عمل ہوتا آرہا ہے وہ بھی رکوع کی رکعت ہونے کے سلسلے میں اس مسئلہ کے صحیح اور ارجح ہونے کے لئے ایک بڑی دلیل ہیں۔

(ج) رکوع کی رکعت نہ ماننے والے حضرات علماء نے جو دلائل اور نصوص پیش کی ہیں اس سلسلے میں ہم نے اپنی گزشتہ بحث میں یہ بات واضح کردی ہے کہ ان کے دلائل قوی نہیں ہیں، اور ان کی رائے و مذہب کی تائید و ترجمانی کے سلسلے میں یہ دلائل قطعی طور پر واضح نہیں ہیں۔

(د) اسی طرح رکوع کی رکعت نہ ہونے کے سلسلے میں بہت سے ائمہ کرام سے جو اقوال نقل کئے گئے ہیں وہ غیر ثابت ہیں۔ مثلاً امام بخاریؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ جن حضرات کے نزدیک امام

کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے ان کے نزدیک رکوع کی رکعت شمار نہیں ہوتی تو یہ بات مطلقاً صحیح نہیں ہے جیسا کہ شافعی حضرات کے مذہب سے واضح ہے (کہ وہ امام کے پیچھے جہری نماز میں بھی سورۂ فاتحہ کی فرضیت کے قائل ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ رکوع کی رکعت کے ہو جانے کے بھی قائل ہیں)

اسی طرح امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے، باب ذکر الوقت الذی یکون فیہ المأموم مدرکاً للرکعۃ اذا رکع .....،

اسی طرح امام شوکانی رحمہ اللہ نے اپنے فتوے میں جمہور کے مذہب یعنی رکوع کی رکعت شمار کرنے کو ترجیح دی ہے اور صحیح کہا ہے گزشتہ صفحات میں یہ فتوی علامہ حسین انصاری کے حوالہ سے نقل کیا جا چکا ہے، امام شوکانی کا رکوع کی رکعت کے سلسلے میں یہ آخری فتویٰ ہے اور اس سلسلے میں ان کی علمی و تحقیقی کاوشوں کا نچوڑ ہے۔

ان دلائل قاطعہ اور نصوص ظاہرہ سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو گئی ہے کہ امام کے ساتھ رکوع میں مل جانے سے رکعت ہو جاتی ہے بلکہ ہم تو یوں کہیں گے کہ گویا امت کا اس بات پر اجماع ہو گیا ہے۔

اسی لئے امام نووی رحمہ اللہ نے جمہور کے مذہب کو اس سلسلے میں ترجیح دی ہے اور رکوع کی رکعت نہ ہونے کو ضعیف اور کمزور

کہا ہے وہ کہتے ہیں رکوع کی رکعت ہونے کے سلسلے میں ہم نے جو دلائل ذکر کئے ہیں وہی صحیح ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہی بات درست ہے اور اسی بات پر تمام جمہور اصحاب اور علماء متفق ہیں کیونکہ اس سلسلے میں احادیث بہت واضح اور بیّن ہیں۔

نووی کہتے ہیں اس بارے میں ایک ضعیف اور غیر صحیح رائے یہ ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی، جبکہ فقہاء شافعیہ میں سے صاحب التتمہ کہتے ہیں یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ اہل عصر علماء کا اس بات پر اتفاق اور اجماع ہوگیا ہے کہ رکوع کی رکعت ہوجاتی ہے اس کے بعد کسی کا اختلاف اور نقطۂ نظر قابلِ التفات اور کسی گنتی میں شمار نہیں ہے۔[1]

مسائل و فروع

اس موقع پر بعض مسائل اور فقہی جزئیات و فروع کا ذکر کرنا مناسب بات ہے کیونکہ ان مسائل کا تعلق امام کے ساتھ رکوع میں ملنے سے رکعت ہوجانے سے متعلق ہے، اس لئے ہم بہت ایجاز و اختصار کے ساتھ ان مفید جزئیات کا ذکر کریں گے۔

مسئلہ ۱ : حدالرکوع المجزیء :

پہلے یہ بحث گزر چکی ہے کہ آنے والا شخص اگر امام کو رکوع کی حالت میں پائے اور کھڑے ہوکر تکبیر کہے اور پھر رکوع میں چلا جائے تو اگر یہ مقتدی امام کے ساتھ رکوع کے بعض حصے میں ملجاتا ہے

---

(۱) المجموع شرح المہذب للامام النووی ۴/۱۱۴۔

تو وہ اس رکعت کو پالیتا ہے اور اس کی یہ رکعت شمار کی جاتی ہے۔
اس بارے میں "حدّ الرکوع المجزیء" یعنی رکوع کا کتنا حصہ اور حد ہے جو رکعت ہونے کے لئے کافی ہوگا۔ ہم اس بارے میں یہ کہیں گے کہ کم سے کم رکوع کی حد یہ ہے کہ آدمی رکوع میں جھک کر اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھ لے اور اگر وہ اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر نہیں رکھ سکا ہے اور امام رکوع سے اُٹھ گیا ہے تو اس صورت میں یہ شخص رکوع میں شامل نہیں ہوسکا ہے
رکوع مکمل اور پورا ہونے کے لئے دو چیزیں ہیں۔ ایک رکوع کی کیفیت حالت اور ہیئت، دوسری چیز ہے ذکر اور دعاء۔
رکوع کی ہیئت اور کیفیت تو یہ ہے کہ آدمی رکوع میں اپنی پیٹھ اور گردن کو برابر رکھے جیسا کہ بالکل پلین تختہ ہوتا ہے۔ اپنے گھٹنوں کو خم نہ دے اور اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھے بلکہ ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑ لے اور اس حالت میں انگلیوں کو کشادہ رکھے۔
رکوع میں دوسرا جزء ذکر اور دعا پڑھنا ہے[1]۔
رکوع کی ہیئت اور کیفیت کا طریقہ اور خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ اکبر کہتا ہوا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو مونڈھے یا کانوں تک اُٹھاتا ہوا سر کو کمر کے ساتھ جھکاتا ہوا رکوع میں جائے اور اپنے دونوں ہاتھ سے اپنے گھٹنوں کو پکڑ لے اور ہاتھ کی انگلیاں کھلی اور کشادہ رکھے اور رکوع میں اطمینان اور آرام سے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم تین بار یا اس

---

(۱) المجموع ۴/۱۱۳، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین للنووی ایضاً ۱/۲۴۹-۲۵۰،

سے زیادہ پڑھے اور یہ بھی مستحب اور افضل ہے کہ یہ دُعا سُبحانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ پڑھے[1]

مسئلہ ۲ : الاطمئنان فی الرکوع

کیا رکعت پانے کے لئے رکوع میں اطمئینان ضروری ہے۔

بعض علماء و فقہاء کہتے ہیں مقتدی امام کے ساتھ اس کے رکوع سے سر اُٹھانے سے قبل اطمئینان سے رکوع میں ملے اور انہوں نے امام کے ساتھ رکوع میں اطمئینان سے شامل ہونے کو شرط بتایا ہے اور بعض علماء کرام مطلقاً رکوع میں مل جانے سے رکعت ہو جانا ذکر کرتے ہیں اور اطمئینان و اعتدال کے سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں کی ہے[2]

بہر حال بہتر اور افضل بات یہی ہے کہ رکوع میں ملنے والا شخص اطمینان سے رکوع کرے۔ اور رکوع میں کم سے کم اطمینان یہ ہے کہ سب اعضاء رکوع کی ہیئت وکیفیت میں استقرار پا جائیں، واللہ تعالیٰ اعلم، روضۃ الطالبین ۱/ ۲۵۰

مسئلہ ۳ : اگر امام کے ساتھ رکوع پانے کے بارے میں شک ہو؟

اگر مسبوق کو شک ہے کہ اس نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا ہے یا نہیں یا رکوع کی جو کم سے کم حد ہے اسمیں وہ شامل ہوا ہے یا نہیں؟ تو پھر صحیح بات یہ ہے کہ وہ اس رکعت کو شمار نہ کرے،

---

(۱) ثلاث رسائل فی الصلاۃ سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن باز ص ۴،

(۲) المبدع فی شرح المقنع لابن مفلح ۲/ ۴۸، المغنی لابن قدامۃ ۱/ ۵۰۴

الانصاف للمرودی ۲/ ۲۲۴، المجموع للنووی ۴/ ۱۱۳-۱۱۴،

کیونکہ رکوع کی رکعت ہونے کا حکم تو ایک رخصت اور خصوصیت ہے تو شک و شبہہ کی صورت میں رخصت پر عمل نہیں ہوگا۔

بعض علماء کہتے ہیں شک کی صورت میں بھی رکوع کی رکعت کو شمار کیا جائے گا کیونکہ اس نے امام کو رکوع میں پایا ہے رکوع سے اُٹھتے ہوئے نہیں پایا اور نہ اس کو امام کے رکوع سے اُٹھنے کا یقین ہے، یہ تو امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہوا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (۱)

مسئلہ ۴ : تکبیر تحریمہ کا محل

تکبیر تحریمہ کا مقام و محل قیام ہے (یعنی نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر کہنا) چونکہ رکوع میں ملنے سے بھی رکعت حاصل ہو جاتی ہے اسلئے تبعاً اور ضمناً رکوع بھی قیام کے ذیل اور حکم میں آجاتا ہے۔

اگر کوئی شخص امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہوتا ہے تو گویا وہ اپنی نماز کو تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع سے شروع کر رہا ہے۔

اگر کوئی شخص امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہوتا ہے اور اس وقت امام رکوع سے سر اُٹھا رہا ہے تو اب تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں شامل نہیں ہونا چاہیئے اسکی یہ رکعت نہیں ہوگی کیونکہ امام کے رکوع سے اٹھنے کے بعد اب تکبیر تحریمہ کا محل نہیں رہا، بلکہ اسکے لئے ضروری ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہے اور پھر جس حالت میں امام ہے (رکوع کے بعد والے قیام یا سجدہ وغیرہ) مقتدی بھی اسی حالت میں شامل ہو جائے (۲)

---

(۱) الانصاف ۲/۲۲۴، المجموع ۴/۱۱۴

(۲) مستفاد المغنی لابن قدامہ ۱/۵۰۴، القواعد فی الفقہ الاسلامی۔

الحافظ ابن رجب حنبلی القاعدہ الثامنہ عشرۃ ص ۲۳ - ۲۵،

مسئلہ ۵ : کیا امام کے ساتھ رکوع میں ملتے وقت ایک بار اللہ اکبر کہنا کافی ہوگا ؟

اگر کوئی شخص امام کو رکوع کی حالت میں پائے تو اس کے ملئے رکوع میں ملتے وقت ایکبار اللہ اکبر کہنا کافی ہوگا گویا یہ تکبیر تحریمہ ہوگی اور یہ اللہ اکبر ایک بار کہنا رکوع کے لئے بھی کافی ہوگا۔

رکوع میں ملتے وقت ایک بار اللہ اکبر کہنے کی روایات ابن عمرؓ، زید بن ثابتؓ، سعید بن مسیبؒ، ابراہیم نخعیؒ، عطاءؒ، حسن (بصریؒ) میمون بن مہرانؒ، حکمؒ، ثوریؒ، شافعیؒ، مالکؒ، اصحاب الرائےؒ اور ایک روایت عمر بن عبدالعزیزؒ سے بھی ملتی ہے اسکے خلاف کسی صحابی سے منقول نہیں ہے کہ انھوں نے رکوع میں ملتے وقت ایک بار اللہ اکبر کہنے پر اعتراض کیا ہو۔(۱)

اگر رکوع میں ملتے وقت دو بار اللہ اکبر کہے ایک تکبیر تحریمہ اور ایک رکوع کے لئے تکبیر تو یہ زیادہ افضل ہے۔ دو تکبیریں کہنا ابن مسعودؓ عمر بن عبدالعزیزؒ حمادؒ اور عطاء سے ثابت ہے(۲)۔

بیہقی نے ابن مسعودؓ کی طرف بھی ایک تکبیر کی نسبت کی ہے اور ان سے جو نقل کیا گیا ہے اسے ایک تکبیر پر محمول کیا ہے۔

امام عبدالرزاق نے مصنف میں ابراہیم سے یہ بات نقل کی ہے کہ رکوع میں ملتے وقت ایک بار اللہ اکبر کہا جائے تو بھی کافی ہے اور اگر دو بار کہا جائے ایک تکبیر تحریمہ اور ایک رکوع کے لئے تکبیر، تو

---

(۱) المغنی لابن قدامۃ ۱/۵۰۴ (۲) المغنی لابن قدامۃ ۱/۵۰۵

یہ بات ہمارے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔(۱)

ان دونوں کتابوں میں اس بارے میں کافی آثار وشواہد موجود ہیں اس ضمن میں ابن رجب حنبلی نے ایک قاعدہ فقہیہ ذکر کیا ہے کہ جب ایک طرح کی دو عبادتیں ایک وقت میں جمع ہوجائیں تو اسوقت ایک فعل (عبادت) کرلینا کافی ہوتا ہے کیونکہ ایک فعل دوسرے فعل میں ضم اور داخل ہوجاتا ہے (اگرچہ یہ قاعدہ قطعی نہیں ہے، اس بارے میں دوسری آراء بھی ہیں) ایک عبادت کرنے سے دونوں عبادتیں حاصل ہوجائیں اس کے لئے بعض حضرات نے یہ شرط لگائی ہے کہ دونوں عبادتوں کی ایک ساتھ نیت کی جائے،

اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص امام کو رکوع کی حالت میں پائے اور ایک بار اللہ اکبر کہہ کے رکوع میں شامل ہوجائے اور اس ایک تکبیر سے تکبیر تحریمہ اور رکوع کی تکبیر کی بھی نیت کرلے۔ ابوالخطاب وغیرہ نے اس بارے میں دو وجہ ذکر کی ہیں۔ امام احمد کے نزدیک دونوں نیتیں جمع نہیں ہوگی بلکہ جو ان میں اصل رکن یعنی تکبیر تحریمہ ہے اس کی نیت کرنی ہوگی۔ اس ضمن میں اور مثالیں بھی القواعد لابن رجب حنبلی" میں دی گئی ہیں۔

دوسری رائے یہ ہے کہ اگر ایک جنس کی دو عبادتیں ایک وقت میں جمع ہوجائیں تو ایک عبادت نیت کے ساتھ حاصل ہوگی اور دوسری عبادت ساقط ہوجائے گی۔

اس کی مثال یہ ہے اگر کوئی شخص امام کو رکوع کی حالت

---

(۱) دیکھئے سنن البیہقی ۹۱/۲ والمصنف للامام عبدالرزاق ۲۷۸/۲

میں پاتا ہے اور تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں شامل ہوجاتا ہے تو یہ تکبیر تحریمہ کافی ہوجاتی ہے اور رکوع کی تکبیر ساقط ہوجاتی ہے۔

ایک مثال یہ بھی دی گئی ہے کوئی شخص مسجد میں آتا ہے اور نماز کی تکبیر ہوگئی ہے تو اس کو نماز میں شامل ہونا چاہیئے اور تحیۃ المسجد اس سے ساقط ہوجائے گی وغیرہ، لیکن یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے، اس بارے میں دوسری آرار بھی ہیں۔

نیت کے بارے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ نیت دل کے ارادے کو کہا جاتا ہے اس کے لئے کوئی خاص الفاظ وارد نہیں ہیں، پھر نیت کے بارے میں بھی تفصیل ہے کہ آیا اس موقع پر تکبیر تحریمہ اور افتتاح نماز کی نیت کی جائے گی یا نہیں بعض حضرات کہتے ہیں خاص تکبیر تحریمہ کی نیت ضروری نہیں ہے بلکہ صرف نماز کی نیت کافی ہے[1] (نماز کے لئے ارادہ کرنا، وضوء کرنا آنا اور نماز کے لئے کھڑے ہونا یہی کچھ نیت ہے)

مسئلہ ۶ : اگر کوئی شخص امام کو رکوع کے علاوہ پائے؟

مسبوق اگر امام کو سجدے یا تشہد وغیرہ میں پائے تو اسے چاہیئے وہ بھی امام کے ساتھ اس رکن میں شامل ہوجائے ابوہریرۃؓ سے یہ حدیث مروی ہے اذا جئتم الی الصلاۃ ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوھا شیئا[2] آپؐ نے فرمایا جب تم نماز کیلئے آؤ اور ہم سجدے میں ہوں

---

(۱) مستفاد القواعد فی الفقہ الاسلامی لابن رجب حنبلی القاعدۃ الثامنۃ عشرۃ ص ۲۳، ۲۵، المغنی لابن قدامۃ ۱/ ۵۰۴ - ۵۰۵ - الانصاف ۲/ ۲۲۴، المجموع ۳/ ۱۱۲، فتح القدیر لابن الہمام ۱/ ۲۴۴ (۲) ابوداؤد، ابن خزیمہ، حاکم، بیہقی اس حدیث کی تخریج ابتدائی صفحات میں گزر چکی ہے۔

تو تم بھی (ہمارے ساتھ) سجدے میں ملجاؤ اور اسے رکعت شمار نہ کرو۔
اگر اس موقع پر کوئی شخص دو تکبیریں ایک تکبیر نماز میں داخلے کے لئے اور دوسری تکبیر سجدے یا تشہد وغیرہ کے لئے کہے تو یہ دو تکبیریں کہنا صحیح ہیں اور اگر کوئی ایک ہی تکبیر کہے تب بھی جائز ہے۔
مسئلہ ۷ : امام اگر محسوس کرے کہ کوئی رکوع یا جماعت کے لئے آرہا ہے تو چاہیئے کہ انتظار کرلے۔
امام کے لئے بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت کو دوسری رکعت کے مقابلے میں لمبا کرے تاکہ آنے والے لوگ پہلی رکعت میں شامل ہو جائیں جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی اس بارے میں حدیثیں صحیح مسلم، احمد، ابن ماجہ اور نسائی نے روایت کی ہیں۔
بعض علماء وفقہاء کہتے ہیں اگر امام رکوع میں یہ محسوس کرے کہ کوئی نماز میں شامل ہونے کے لئے آرہا ہے اور نماز میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اسے چاہیئے کہ تھوڑا سا انتظار کرلے تاکہ وہ بھی جماعت میں داخل ہو جائے یہ بات جواز اور مشروعیت کی حد تک ہے اسمیں مشقت اور دوسرے نمازیوں کے لئے طوالت نہیں ہونی چاہیئے[1]، واللہ علم،
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○



(۱) مستفاد المغنی لابن قدامۃ ۱/۲۳۶ - ۲۳۷،

رکوع کی رکعت ہونیکے بیان میں

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّہٗ انْتَھٰی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ ھُوَ رَاکِعٌ فَرَکَعَ قَبْلَ اَنْ یَّصِلَ اِلَی الصَّفِّ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَادَکَ اللّٰہُ حِرْصًا وَلَا تُعِدْ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ - ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ایک دن دوڑ کر رکوع کرتے ہوئے صف میں جا ملے - بعد سلام آپ نے فرمایا کہ اللہ تیری حرص کو اور زیادہ کرے، اور مت لوٹا تو (یعنی نماز کو) اول یہ امر قابلِ غور ہے کہ اگر صحابۂ کرام مدرکِ رکوع کو مدرکِ رکعت نہ جانتے تو پھر دوڑنے کی کیا ضرورت تھی جس سے صریحاً معلوم ہورہا ہے کہ وہ رکعت کے صحیح ہونیکے قائل تھے، چنانچہ اس بات پر یہ امر اور بھی کافی دلیل ہے کہ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بعد سلام اس رکعت کے اعادہ کو نہیں کھڑے ہوئے باقی یہ کہنا کہ ابوبکرہؓ نے رکوع کے پانے کی فضیلت اور ثواب کے شوق میں ایسا کیا الخ بالکل غلط بل اغلط ہے کیونکہ صحابی مذکور کا خود اپنا بیان ہے کہ میں رکوع میں رکعت فوت ہوجانے کے خوف سے دوڑ کر ملا جس سے صاف عیاں ہے کہ صحابۂ کرامؓ رکوع کی رکعت کے قائل و عامل تھے - یہ بات ہم نہیں بلکہ جسکے اندر بھی انصاف ہوگا وہ تو یہی کہے گا کہ قول صحابی کے خلاف کسی کی توجیہ بیان کرنا غلط اور بے انصافی ہے اور اگر صرف فضیلت رکوع ہی حاصل کرنے کے لئے صحابی مذکور نے اتنی کوشش کی تھی تو پھر حالتِ جلسہ یا قومہ یا سجدہ میں کبھی کسی صحابی کا اس طرح کوشش سے داخل ہونا ثابت کیوں نہیں کہ جس طرح حالت رکوع میں دوڑ کر داخل ہونا ثابت ہے کیا سجدہ میں شامل ہونا ثواب نہیں ؟

حضرت ابوبکرہؓ کی حدیث اس پر کھلی دلیل ہے کہ وہ جماعت کیساتھ حالتِ رکوع میں ملے اور اس رکعت کو شمار کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپؐ نے یہ رکعت ان سے دوبارہ نہیں پڑھوائی الفاظ حدیث سے واضح ہے کہ لَا تُعِدْ باب اعادَ یُعِیْدُ سے نہ لوٹا تو اس رکعت کو - اور اگر باب عَدَا یَعْدُوْ سے لَا تَعْدُ پڑھا جائے تو بھی ٹھیک ہے اسکے معنی ہیں نہ دوڑ تو اس طرح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سوال کہ مَنْ کون دوڑ کر

آیا کے جواب پر جواب ہوجاتا، بعدازاں آپ کا فرمان وَلَا تُعِدْ (بِضَمِّ التَّاءِ) اس امر کو خوب اچھی طرح واضح کر رہا ہے کہ آپ نے ابوبکرؓ کو رکعت کا اعادہ کا امر نہیں فرمایا، چنانچہ علامہ حافظ محمد بن اسمٰعیل شارح بلوغ المرام فرماتے ہیں وَلَا تُعِدْ بِضَمِّ الْمُثَنَّاةِ الْفَوْقِيَّةِ مِنَ الْإِعَادَةِ أَيْ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا عَلٰى طَلَبِ الْخَيْرِ وَلَا تُعِدْ صَلٰوتَكَ فَإِنَّهَا صَحِيْحَةٌ یعنی لَا تُعِدْ اِعَادَةٌ سے ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ نماز کو نہ لوٹا وہ صحیح ہے۔

آگے آپ فرماتے ہیں کہ قریب بات یہ ہے کہ لَا تَعُدْ بِفَتْحِ التَّاءِ عَوْدٌ سے ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ دوڑ کر مت آؤ۔ پھر فرماتے ہیں فَإِنَّهٗ لَيْسَ فِي الْكَلَامِ مَا يُشْعِرُ بِفَسَادِ صَلٰوتِهٖ یعنی اس حدیث سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ اسکی رکعت نہیں ہوئی تھی بلکہ آپکے فرمان زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَّلَا تُعِدْ سے یہ بات صاف معلوم ہو رہی ہے کہ اسکی رکعت ہوگئی تھی (سبل السلام) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس آدمی نے جمعہ کے دن دوسری رکعت کا رکوع پالیا وہ ایک رکعت اور پڑھ لے اسکا جمعہ ہوگیا اور اگر دوسری رکعت کا رکوع بھی نہیں ملا تو اسکا جمعہ فوت ہوگیا اب سلام کے بعد کھڑے ہوکر ظہر کی چار رکعت پڑھے بعض بوجہ عدم واقفیت کے اگر تشہد میں بھی ملتے ہیں پھر بھی کھڑے ہوکر صرف دو رکعت پڑھتے ہیں میں نے کئی مرتبہ ایسے لوگوں کو دیکھا اور سنا ہے حالانکہ یہ ٹھیک نہیں۔

ہم اس حدیث کو استشہاداً پیش کر رہے ہیں ہمارے مخالفین کے پاس سوائے قیاس کے بالفاظ صریح کچھ بھی پونجی نہیں۔ مولانا حمید اللہ صاحبؒ مصنف احادیث التفاسیر نے اس حدیث کو قابل حجت مانا ہے (خطبات التوحید)

أَخْرَجَ ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَالطَّحَاوِيُّ مِنْ طَرِيْقِ سُفْيَانَ مِنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ أَنَا وَابْنُ مَسْعُوْدٍ فَأَدْرَكْنَا الْإِمَامَ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعْنَا ثُمَّ مَشَيْنَا حَتّٰى اسْتَوَيْنَا بِالصَّفِّ فَلَمَّا قَضَى الْإِمَامُ الصَّلٰوةَ قُمْتُ لِأَقْضِيَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَدْ أَدْرَكْنَا الصَّلٰوةَ ۔ زید بن وہب کہتے ہیں کہ ایک دن میں اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں نماز کے لیے گئے۔ امام رکوع کی حالت میں تھا ہم بھی رکوع میں شامل ہوگئے۔ بعد سلام میں اس رکعت کو پڑھنے

کے واسطے کھڑا ہوا تو عبداللہ بن مسعودؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا اور فرمایا کہ تیری رکعت ہوگئی۔ رَحْمَةُ الْمُهْدَاد میں ہے اَخَذَ بِيَدِي عَبْدُ اللهِ فَاَجْلَسَنِي یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بٹھا دیا۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہوگیا کہ صحابہ کرام رکوع کے پانیوالے کو رکعت کا پانے والا جانتے تھے۔

(۱) سنن ابوداؤد اور مسند احمد میں یہ مسئلہ موجود ہے۔

(۲) ابن خزیمہ میں یہ الفاظ ہیں مَنْ اَدْرَكَ مَعَ الْاِمَامِ رَكْعَةً قَبْلَ اَنْ يُّقِيْمَ صُلْبَهٗ فَقَدْ اَدْرَكَهَا، یعنی جو کمر سیدھی کرنے سے پہلے رکوع میں امام کے ساتھ مل گیا اس نے رکعت پالی۔ بعض مولوی صاحبان اس حدیث پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس حدیث میں رکوع کا لفظ نہیں ہے اسکا جواب حدیث میں غور کرنیسے ملجاتا ہے اسلئے کہ ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر ہوتی ہے۔ اس حدیث میں رکعۃ بمعنی رکوع ہے، جیسا کہ نماز گہن میں ایک ایک رکعت میں دو دو چار چار رکوعات کئے جاتے ہیں۔ رکعت بمعنی رکوع ہے اسکو سب تسلیم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ضد سے بچائے اور عمل کی توفیق بخشے۔ آمین

(۳) سنن بیہقی جلد دوم صـ۸۹ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ بھی ثابت ہیں عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ رَجُلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جِئْتُمْ وَالْاِمَامُ رَاكِعٌ فَارْكَعُوْا وَاِنْ كَانَ سَاجِدًا فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعْتَدُّوْا بِالسُّجُوْدِ اِذَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُ الرُّكُوْعُ یعنی بلا رکوع پائے رکعت شمار نہ کرو۔

(۴) کنز العمال صـ۱۳۷ جلد چہارم میں قولی حدیث کے یہ الفاظ ہیں مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً فَلْيَرْكَعْ وَلْيَحْتَسِبْ یعنی جو شخص امام کو رکوع میں پالے تو رکوع کرے اور اسے شمار کرے۔

ہمارے بھائی ان اور ان جیسی احادیث کو ضعیف کہہ کر ٹال دیتے ہیں اور اپنے قیاسات کو مقدم رکھتے ہیں۔

یاد رکھئے! لوگوں کے قیاسات احادیث نبویہ کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ اگر یہ احادیث نبویہ قابل عمل نہیں ہیں تو کیا معاذاللہ بیکار ہیں، اور عبث ہیں۔ کیا محدثین نے محنت کرکے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں فضول جمع کی تھیں؟ کیا کتابوں کے صفحات یونہی سیاہ کرکے برباد کیئے۔ آخر مستقل ابواب باندھ کر یہ مسئلہ ثابت کرنے کی کوشش انھوں نے کیوں کی۔

یہاں سورۂ فاتحہ کا تنازعہ نہیں ہے بلکہ رکوع کی رکعت کا مسئلہ ہے دیکھئے جس طرح سورۂ فاتحہ عام قرارت کی حدیثوں سے مستثنیٰ ہے اسی طرح رکوع کی رکعت سورۂ فاتحہ کی احادیث سے مختص ہے اور سورۂ فاتحہ کی فرضیت ہرگز ساقط نہیں ہوتی۔ اس کی فرضیت اپنی جگہ قائم ہے۔ سورۂ فاتحہ قیام میں فرض ہے رکوع میں نہیں۔ جیسے نبی علیہ السلام نے فاتحہ کو واجب فرمایا ہے اسی طرح رکوع میں ملنے سے رکعت کا شمار بھی آپؐ ہی نے بتایا ہے۔ دیکھئے مقیم کے لئے خدا و رسولؐ نے ظہر و عصر و عشاء کے چار چار فرض مقرر کیئے ہیں لیکن حالت سفر میں دو، دو رکعت پڑھنے سے ظہر، عصر، عشاء کی نماز ہو جائے گی۔ کیونکہ قاعدہ ہے حالت کے بدلنے سے حکم بھی بدل جاتا ہے اس طرح جو شخص حالت قیام میں آکر ملا ہے بیشک اس کی نماز بغیر سورۂ فاتحہ نہیں ہوگی لیکن جب وہ حالت بدل گئی تو تو اب حالت رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جائے گی چنانچہ عون المعبود جلد اول میں اس مقام پر صاف یہ عبارت موجود ہے "یعنی علماء سلف و خلف کا یہ فتویٰ ہے کہ رکوع پانے والے کی رکعت ہو جاتی ہے۔ اس حالت کیلئے فاتحہ کی کوئی شرط نہیں۔ علامہ ابن عبدالبر شرح مؤطا میں فرماتے ہیں کہ تمام علماء اس بات کے قائل ہیں کہ جس نے امام کو رکوع میں پالیا اور امام کے سر اٹھانے سے پہلے اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر رکوع میں شامل ہوگیا اس نے یہ رکعت پالی"۔ (مزید بیان ہماری کتاب "مکمل نماز" میں ملاحظہ فرمائیں) نیز اس مسئلہ کی مزید تفصیل اردو زبان میں "البلاغ المبین" مصنفہ

علامہ محی الدین صاحبؒ اور مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی کے فتاویٰ اور مشکوٰۃ شریف مترجم غزنوی میں موجود ہے۔ نیز والدی ماجدی امام الموحدین حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب نوراللہ مرقدہٗ و قدس سرہٗ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

علامہ امام شوکانیؒ اور صاحبؒ عون المعبود وغیرہ بھی اسی کے مؤید ہیں اور خوب ہی دلائل لاتے ہیں۔ نیز مولانا محمد صاحبؒ جونا گڑھیؒ بھی رکوع کی رکعت کے قائل تھے۔ دیکھو اخبار محمدی جلد ۹ نمبر یکم اکتوبر ۱۹۳۱ء مطابق ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۰ھ۔

یہ ہمارے اسلاف بھی سورت فاتحہ کی فرضیت کے باوجود رکوع کی رکعت کے قائل ہیں۔ برادران! ہم فرمانبردار ہیں، فرماں روا نہیں، ہم متبع ہیں، متبوع نہیں۔ ہم کو یہی لائق ہے کہ شریعت کے مقابلہ میں اپنے قیاسات کو بالائے طاق رکھیں اور ہر ہر مسئلہ کو تسلیم کرتے اور وقت پر اسکے عامل ہوتے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ہر فرمان کو ماننے اور عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

بعض علمائے اہلحدیث نے تو آیت وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ۝ سے رکوع کی رکعت ثابت کی ہے ۱۲ مکمل بحث و دلائل رسالہ رکوع کی رکعت میں ملاحظہ فرمائیں۔ ابو عمار عبدالقہار غفرلہٗ ابن المؤلفؒ

حضرت مولانا عبدالتواب محدث ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح و مترجم بلوغ المرام کے صفحہ ۳۷ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں "ہاں مسبوق جب رکوع میں آکر شامل ہوا اور قیام نہیں پایا تو اس کو اس خاص صورت میں معافی ہے۔ ابوداؤد کی حدیث إِذَا جِئْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ وَنَحْنُ سُجُودٌ الخ اس پر دلیل ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ صحابہ کا فعل و قول بھی اسکے مطابق ہے۔ خلاصہ یہ کہ رکوع کی رکعت ہوجاتی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قال اللّٰہ تعالیٰ وَارۡكَعُوۡا مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ (سورۃ البقرۃ ۴۳)

اللہ عزوجل کا حکم ہے کہ رکوع میں مل جاؤ۔

اس مختصر رسالہ میں امام کے ساتھ

رکوع

میں ملنے سے رکعت ہو جانے کا مدلل ثبوت ہے۔

عالم ربانی علامہ شوکانیؒ سے سوال اور انکا جواب، پھر ساتھ ہی جماعت اہلحدیث کے مایۂ ناز عالم مولانا محمد صاحب جونا گڈھیؒ کا فتویٰ جو موصوف نے بعد از تحقیق سپرد قلم فرمایا تھا۔
اب مرحوم کے فرزند مولانا محمد سلیمان صاحب جونا گڈھی نے بغرض اشاعت نقل کر کے دیا ہے۔ یہ نقل مطابق اصل ہے۔
نیز غزنوی علماء، مولانا محی الدین نومسلمؒ وعلماء مکہ ومدینہ اور مولانا حافظ عبدالستارؒ صاحب دہلوی کے فتویٰ بھی اس رسالہ کی خاص زینت ہیں۔

مؤلف : فضیلۃ العلام مولانا عبدالواحد السلفی رحمہ اللہ
امام جماعت غرباء اہلحدیث ہند

ناشر: دارالکتاب والسنہ جماعت غرباء اہلحدیث دہلی۔۶
ملنے کا پتہ: مدرسہ محمدیہ ومسجد ممبئی۔۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ناظرین باتمکین !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک رسالہ موسومہ ﴿صلوۃ الرسول﴾ شائع ہوا ہے جسمیں رکوع کی رکعت کے انکار میں ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا ہے اور جو علماء سلف وخلف رکوع میں ملنے سے رکعت کے ہو جانے کے قائل و عامل ہیں اُنکی تردید کی ہے لہذا برائے احقاق حق وبنظر خیر خواہیٔ جملہ اہل اسلام کو چند سطور در اثبات رکعت رکوع بذریعہ رسالہ ہذا ہدیۂ ناظرین ہیں۔ وباللہ التوفیق وبیدہ ازمتہ التحقیق۔

آپ حضرات اس امر سے تو بخوبی واقف ہیں کہ سورۂ فاتحہ ہر ایک مقتدی و منفرد وامام پر واجب ہے اور بغیر اس کے نماز نہیں ہوتی۔ چنانچہ اس امر کے دلائل بھی بکثرت کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔ حدیث لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَاءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ سے بھی سورۂ فاتحہ کی فرضیت ظاہر ہے۔ اس میں کسی کو کلام نہیں اِلَّا مَنْ سَفِہَ نَفْسَہٗ لیکن اب یہ ایک جدا مسئلہ ہے کہ جس وقت امام قیام سے فراغت پاکر رکوع میں چلا گیا ہو اور مقتدی حالتِ رکوع میں امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہوا ہو تو اس وقت رکعت شمار کی جاوے گی یا نہیں۔

ایک فریق نے قیام و فاتحہ کو ایسا مانا کہ وہ ہر ایک رکعت میں ان کی فرضیت کے قائل ہوتے ہوئے بھی رکوع کی رکعت کو ہرگز شامل نہیں کرتے بلکہ جو

احادیث اس بارے میں وارد ہوئی ہیں ان کو ضعیف اور کمزور کہہ کر ٹال دیا ہے لیکن میں اس امر کا قائل نہیں۔ اور میرا ایمان تو یہ تقاضہ نہیں کرتا کہ نبی ﷺ کے اقوال کو متضاد قرار دیکر سرے سے اس ایک مسئلہ کو چھوڑ ہی دوں۔ چنانچہ جو احادیث نبی ﷺ سے اس بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ اللہ رب العزت سے التجا ہے کہ وہ ہم سب کو سمجھنے کی اور عمل کرنے کی توفیق دے۔

(پہلی حدیث) عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّہٗ اِنْتَھٰی اِلَی النَّبِیِّ ﷺ وَھُوَ رَاکِعٌ فَرَکَعَ قَبْلَ اَنْ یَصِلَ الصَّفَّ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ ﷺ زَادَکَ اللّٰہُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ (رواہ البخاری)۔ ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ ایک دن دوڑ کر رکوع کرتے ہوئے صف میں جا ملے، بعد سلام آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تیری حرص کو زیادہ کرے اور مت لوٹا تو (نماز کو)۔

اول یہ امر قابل غور ہے کہ اگر صحابہ کرام مدرک رکوع (رکوع پانے والا) کو مدرک رکعت نہ جانتے تو پھر دوڑنے کی کیا ضرورت تھی۔ جس سے صریحاً معلوم ہو رہا ہے کہ وہ رکعت کے صحیح ہونے کے قائل تھے۔ چنانچہ اس بات پر یہ امر اور بھی کافی دلیل ہے کہ ابوبکرہؓ بعد سلام اس رکعت کے اعادہ کو نہیں کھڑے ہوئے۔

مؤلف صلوٰۃ الرسول کا صفحہ ۶۳ پر لکھنا کہ (ابوبکرہؓ نے) رکوع کے پانے کی فضیلت اور ثواب کے شوق میں ایسا کیا الخ، بالکل غلط بلکہ اغلط ہے کیونکہ صحابی مذکور کا خود اپنا بیان ہے کہ میں رکوع میں رکعت کے فوت ہو جانے کے خوف سے

دوڑ کر ملا۔ جس سے صاف عیاں ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رکوع کی رکعت کے قائل و عامل تھے۔

اب فرمائیے کہ اس رسالہ کے مؤلف کا اعتبار کیا جائے یا صحابی مذکور کا، صرف ہم ہی نہیں بلکہ جسکے اندر بھی انصاف ہوگا وہ تو یہی کہے گا کہ قولِ صحابی کے خلاف کسی کی توجیہ بیان کرنا غلط اور بے انصافی ہے اور اگر صرف فضیلت رکوع ہی حاصل کرنے کیلئے صحابی مذکور نے اتنی کوشش کی تھی تو پھر حالت جلسہ یا قومہ یا سجدہ میں کبھی کسی صحابی کا اس طرح کوشش سے داخل ہونا ثابت کیوں نہیں کہ جس طرح حالتِ رکوع میں دوڑ کر داخل ہونا ثابت ہے۔ کیا سجدہ میں شامل ہونا ثواب نہیں؟ بعدازاں آپ ﷺ کا فرمان **ولا تُعِدْ** (بضم التاء) اس امر کو خوب اچھی طرح واضح کررہا ہیکہ آپ ﷺ نے ابوبکرہؓ کو رکعت کے اعادہ کا امر نہیں فرمایا۔ چنانچہ علامہ حافظ محمد بن اسمٰعیل شارح بلوغ المرام فرماتے ہیں۔

وَلَا تُعِدْ بِضَمِّ الْمُثَنَّاةِ الْفَوْقِيَّةِ مِنَ الْإِعَادَةِ اَیْ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا عَلٰی طَلَبِ الْخَيْرِ وَلَا تُعِدْ صَلٰوتَكَ بِاَنَّهَا صَحِيْحَةٌ یعنی لا تُعِدْ اعادہ سے ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو نہ لوٹاؤ کیونکہ وہ صحیح ہے۔

آگے آپ فرماتے ہیں کہ قریب بات یہ ہے کہ **لَا تَعُدْ بِفَتْحِ التَّاءِ** عود سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دوڑ کر مت آؤ۔ پھر فرماتے ہیں **فَاِنَّهٗ لَيْسَ فِی الْكَلَامِ مَا يُشْعِرُ بِفَسَادِ صَلٰوتِهٖ** یعنی اس حدیث سے یہ بات ہرگز

ثابت نہیں ہوتی کہ اُس کی رکعت نہیں ہوئی تھی بلکہ آپ ﷺ کے فرمان زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَّلَا تَعِدْ سے یہ بات صاف معلوم ہو رہی ہے کہ اس کی رکعت ہو گئی تھی (سبل السلام ص ۱۵۱)۔

علامہ موصوف کی اس تقریر سے یہ بات ظاہر ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے، چنانچہ آپ کا مذہب بھی یہی ہے بلکہ اس مسئلہ کے متعلق آپ نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں اس بات کو نہایت ہی وضاحت کے ساتھ ثابت کیا ہے۔

(دوسری حدیث) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا جِئْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعُدُّوْهُ شَئْیًا وَمَنْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ (رواہ ابو داؤد والدار قطنی والبیھقی فی المعرفة وابن خزیمة فی صحیحه) ۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس وقت سجدہ کی حالت میں آ کر ملو تو اس وقت اس رکعت کو شمار نہ کرو اور جو کوئی رکوع میں آ کر ملے اس نے نماز پائی۔

لفظ رکعت کو اکثر رکوع پر بولا جاتا ہے كَمَا لَا يَخْفٰى عَلَى الْمَاهِرِيْنَ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ ۔ اگرچہ اس حدیث کو بوجہ راویوں کے ضعیف کہا گیا ہے، لیکن امام ابو داؤدؒ کا ان ہی راویوں سے اس حدیث کو اپنی کتاب میں لانا اور پھر اس پر آپ کا سکوت اس امر کی کافی دلیل ہے، کہ یہ حدیث قابل حجت ہے اور

متروک العمل نہیں ہے۔ امام ابو داؤد کے سکوت کے بعد غیروں کا جرح کرنا بقول مدعی سست گواہ چست بالکل فضول اور بیکار ہے۔

ہاں مؤلف نے اپنے رسالہ میں جا بجا عون المعبود کا حوالہ دیا ہے مگر افسوس پوری عبارت نہیں نقل کی۔ جس کا ان کو بھی خود اقرار ہے۔ حالانکہ اسی کتاب عون المعبود میں علامہ شارح ابو داؤد فرماتے ہیں، کہ سلف اور خلف میں جمہور کی ایک بہت بڑی جماعت اس بات کی طرف گئی ہے کہ رکوع کا پانے والا رکعت کا پانے والا ہے۔ علیؓ، ابن مسعودؓ وزیدؓ، ابن عمرؓ و معاذ ؓ، ابو امامہؓ سہیل بن حنیفؓ و ابو بکر صدیق ؓ یہ تمام صحابہ رکوع کی رکعت کو صحیح مانتے تھے۔ امام مالکؒ و امام شافعیؒ و امام ابو حنیفہؒ، ثوریؒ و اوزاعیؒ و ابو ثورؒ و امام احمدؒ و امام اسحاقؒ رکوع کی رکعت ہو جانے کے قائل ہیں باوجودیکہ مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک مقتدی و منفرد و امام سب پر سورۂ فاتحہ یکساں فرض ہے۔

(تیسری حدیث) حافظ ابن حجرؒ تلخیص الحبیر میں فرماتے ہیں، کہ میں نے صحیح ابن خزیمہ کا مطالعہ کیا اور اُس میں اِس حدیث کو بھی پایا جس کو امام ابن خزیمہؒ نے اس باب کے تحت درج کیا ہے۔

بَابُ ذِكْرِ الْوَقْتِ الَّذِيْ يَكُوْنُ فِيْهِ الْمَأْمُوْمُ مُدْرِكًا لِلرَّكْعَةِ اِذَا رَكَعَ اِمَامُهٗ قَبْلُ۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مَّعَ الْاِمَامِ قَبْلَ اَنْ يُّقِيْمَ صُلْبَهٗ فَقَدْ

اَدْرَکَھَا۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی امام کے سر اُٹھانے سے پہلے پہلے رکوع میں آ ملے اس کی رکعت ہو گئی۔ امام ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں اسکے بہت سے طرق ذکر کر کے صحیح کہا ہے۔

حضرت امام شوکانیؒ اپنے فتاوے میں تحریر فرماتے ہیں، کہ جان لو کہ جس وقت کوئی آدمی آوے اور وہ امام کو جس حالت میں پائے اسی حالت میں امام کیساتھ مل جائے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے **اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ** ترجمہ: امام اسی لئے ہوتا ہے تا کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ پس اگر کوئی آدمی امام کو رکوع کی حالت میں پائے اور وہ سورۂ فاتحہ پڑھنی شروع کر دے تو وہ اس حدیث کے خلاف کر رہا ہے کیونکہ اس میں تو امام کی متابعت لازمی قرار دی گئی ہے پس اگر کوئی آدمی رکوع میں آ کر ملے تو اس کی رکعت ہو جاوے گی، کیونکہ یہ بات حدیث سے ثابت ہیکہ جو کوئی رکوع میں امام کے سر اُٹھانے سے پہلے آ ملے گا اس کی رکعت ہو جاوے گی۔

پھر فرماتے ہیں **فَعَرَفْتُ بِھٰذَا اَنَّ مِثْلَ ھٰذِہِ الْحَالَۃِ مَخَصَّصَۃٌ مِنْ عَدَمِ اِیْجَابِ قِرَاۃِ الْفَاتِحَۃِ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ** یعنی وجوب قراۃ فاتحہ کے عموم سے یہ بات مخصوص ہے کہ اگر رکوع میں ملے گا تو سورۂ فاتحہ کی فرضیت اُٹھ جاوے گی۔ پھر فرماتے ہیں **وَاِنَّ الْمُرَادَ اِدْرَاکُ الْکَامِلِ** اس سے مراد ادراک کامل ہے، یعنی اس نے پوری رکعت پالی ہے اس میں کچھ کمی نہیں ہے۔

آگے پھر وضاحت کرتے ہیں فَاِنَّ ظَاهِرَهٗ بَلْ صَرِيْحَهٗ اَنَّ الْمُؤْتَمَّ اِذَا وَصَلَ وَالْاِمَامُ رَاكِعٌ وَكَبَّرَ وَرَكَعَ قَبْلَ اَنْ يُّقِيْمَ الْاِمَامُ صُلْبَهٗ فَقَدْ صَارَ مُدْرِكًا لِتِلْكَ الرَّكْعَةِ وَاِنْ لَمْ يَقْرَأْ حَرْفًا مِنْ حُرُوْفِ الْفَاتِحَةِ ۔ یعنی حدیثِ مذکور سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ رکوع میں ملنے والا رکعت کا پانے والا ہے، اگرچہ اس نے سورۂ فاتحہ کا ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو (نور العین وعون المعبود)۔

(چوتھی حدیث) عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اَدْرَكَ الرُّكُوْعَ مِنَ الرَّكْعَةِ الْاَخِيْرَةِ فِىْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَلْيُضِفْ اِلَيْهِ اُخْرٰى (رواه الدار قطنی) ۔ یعنی ابو ہریرہؓ سے مروی ہیکہ جس آدمی نے جمعہ کے دن دوسری رکعت کا رکوع پالیا وہ ایک رکعت اور پڑھ لے۔

ہم اس حدیث کو استشہاداً پیش کر رہے ہیں۔ ہمارے مخالفین کے پاس سوائے قیاس کے بالفاظ دیگر صریحہ کچھ بھی پونجی نہیں۔ مولانا حمید اللہ صاحب مصنف حدیث التفاسیر نے اس حدیث کو قابلِ حجت مانا ہے (خطبات التوحید)۔

(پانچویں حدیث) اَخْرَجَ ابْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَالطَّحَاوِىُّ مِنْ طَرِيْقِ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ اَنَا وَابْنُ مَسْعُوْدٍ فَاَدْرَكْنَا الْاِمَامَ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعْنَا ثُمَّ مَشَيْنَا حَتّٰى اسْتَوَيْنَا بِالصَّفِّ فَلَمَّا قَضَى الْاِمَامُ الصَّلٰوةَ قُمْتُ لِاَقْضِىَ فَقَالَ

عَبْدُ اللّٰہِ قَدْ اَدْرَکْتَ الصَّلٰوۃَ۔ زید ابن وہبؒ کہتے ہیں کہ ایک دن میں اور عبداللہ بن مسعودؓ مسجد میں نماز کے لئے گئے۔ امام رکوع کی حالت میں تھا۔ ہم بھی رکوع میں شامل ہو گئے۔ بعد سلام میں اس رکعت کو پڑھنے کے واسطے کھڑا ہوا تو عبداللہؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا اور فرمایا کہ تیری رکعت ہوگئی۔ رحمة المهداة والبیهقی میں ہے اَخَذَ بِیَدِیْ عَبْدُ اللّٰہِ فَاَجْلَسَنِیْ یعنی عبداللہؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بٹھا دیا۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرامؓ رکوع کے پانے والے کو رکعت کا پانے والا جانتے تھے۔

(چھٹی حدیث) امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب معرفت میں یہ باب منعقد کیا ہے بَابٌ اِذَا اَدْرَکَ الْاِ مَامَ رَاکِعًا باب ہے اس وقت کا جب پاوے امام کو رکوع کی حالت میں۔ آگے فرماتے ہیں قال الشافعی باسناده ان عبد اللّٰه ابن مسعود دخل المسجد والامام راکع فرکع ثم دب راکعا عبداللہ بن مسعودؓ مسجد میں داخل ہوئے اور امام رکوع میں تھا پس آپ نے بھی رکوع کیا اور اس رکعت کو شمار کیا کما مر فی حدیث آخر قال الشافعی هذا نقول وقد فعل هذا زید بن ثابت یعنی امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا مذہب یہی ہے اور یہی زید بن ثابتؓ نے کیا۔

پھر امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن مسعودؓ اور زید بن ثابتؓ وابو

امامہؓ، سہل بن حنیفؓ وابوبکر صدیقؓ وعبداللہ بن زبیرؓ ان تمام صحابہؓ سے یہ ثابت کیا ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔

(ساتویں حدیث) **اخرج مالك فی المؤطا انه بلغه ان ابن عمر وزید بن ثابت کانا یقولان من ادرك الركعة فقد ادرك السجدة۔** امام مالک فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ اور زید بن ثابتؓ رکوع ملنے سے رکعت شمار کرتے تھے (مؤطا امام مالک)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ تمام اہل علم کا یہی مذہب ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔

المرام آنکہ احادیث نبویہ ﷺ واقوال صحابہ واسلاف امت سے یہ بات بخوبی ثابت ہو چکی کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔ لیکن جو لوگ اس کے قائل نہیں ہیں ان کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ سورۂ فاتحہ اور قیام فرض ہے اور رکوع کی حالت میں یہ دونوں فرض ترک ہو گئے لہٰذا رکعت نہ ہوئی۔ اس کا جواب وہی ہے جو کہ علامہ شوکانیؒ دے چکے ہیں کہ یہ وجوب قرأۃ فاتحہ کے عموم سے مخصوص ہے یعنی قرأۃ فاتحہ اور قیام اس وقت تک فرض ہے جب تک امام رکوع میں نہ گیا ہو۔ اور جس وقت امام رکوع میں چلا گیا اس وقت یہ دونوں چیزیں فرض نہیں جیسے کہ ظہر کی چار رکعتیں اس وقت تک فرض ہیں جب تک آدمی حضر میں ہو اور اگر سفر میں ہو تو دو رکعتوں کی فرضیت اُٹھ گئی۔

اب میں اپنے مضمون کو بخوفِ طوالت علامہ شوکانیؒ ہی کے قول پر ختم کرتا

ہوں۔آپ آخر میں فرماتے ہیں **وفی هذا المقدار الذی ذکرنا کفایة فاشدد بذلك فدع عنك ماقد وقع فی هذا المبحث من الخبط والخلط والتردد والتشکك والوسوسة واللّٰه سبحانه وتعالیٰ اعلم** یعنی اس مسئلہ میں جو کچھ ہم اوپر ذکر کر کے آئے ہیں بس یہی تجھ کو کافی ہے اس کو مضبوطی سے پکڑ لے اور جو بھی اس مبحث میں خبط اور خلط اور شک وشبہ واقع ہوا ان سب کو چھوڑ دے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

نوٹ : یہ مضمون نہ کسی کی تردید میں ہے نہ اس سے کسی کی دل آزاری مقصود ہے فقط احقاق حق منظور ہے لہٰذا اگر کوئی صاحب اس کی تردید کرنا چاہیں تو پہلے وہ چند امور کا ضرور لحاظ رکھیں۔ اول یہ کہ ہم کو نمبروار ایک دو حدیث ہی ایسی بتائیں جن میں نبی اکرم ﷺ کے یہ الفاظ صاف موجود ہوں کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی۔ دوسرے یہ کہ فرضیت فاتحہ وقیام سے اس مسئلہ کی تردید نہ کریں۔ کیونکہ علامہ شوکانی ؒ پہلے ہی اس کا جواب دے چکے ہیں۔ ہاں اگر جواب میں کچھ غلطی ہو تو اُس سے ہم کو متنبہ کر سکتے ہیں۔

ابواشفاق محمد اسحاق کوٹ کپوری حال وارد ضلع سرگودھا مغربی پاکستان۔ اسی مضمون کا ایک فتویٰ مولانا داؤد صاحب (رازؔ حال وارد دہلی) کا فتاویٰ ستاریہ میں شائع ہوا ہے۔ مولانا موصوف نے رکوع کی رکعت کے ثبوت و دلائل اس میں جمع کر کے دستخط فرمائے ہیں جزاہ اللہ خیراً۔

نقل تحقیق

حضرت العلام مولانا محمد صاحب جونا گڈھیؒ

منقول از اخبار محمدی اجمیری دروازہ دہلی بابت یکم اکتوبر ۱۹۳۱ء مطابق ۱۸ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۵۰ھ جلد ۹ صفحہ ۳

رکوع کی رکعت

یہ مسئلہ مدتوں سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے۔ اہل حدیث میں بھی اسکی بابت دو جماعتیں ہیں۔ ایک اسکی قائل ہے کہ رکوع میں ملنے والے کی وہ رکعت ہوگئی۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ نہیں ہوئی۔ طرفین کے پاس بہت بڑی دلیلیں ہیں اور دونوں طرف سے بہت کچھ کہنے سننے کی گنجائش ہے۔ چونکہ اس مسئلہ میں آئے دن دفتر میں سوالات آتے رہتے ہیں اسلئے ارادہ ہے کہ اس مرتبہ اس مسئلہ کی تحقیق اخبار محمدی کے صفحات پر آجائے لیکن نہ بطور مباحثہ اور مناظرہ کے بلکہ بطور ایک تشفی طلب دل کی تسکین کے لئے ہم یہاں طرفین کے دلائل ذکر کرتے ہیں اور اس میں محاکمہ نہیں کرتے۔ نہ کوئی لمبی چوڑی بحث میں پڑنا چاہتے ہیں بلکہ علامہ شوکانیؒ کی پوری تحقیق یہاں نقل کردیتے ہیں۔

یہ عبارت آپ کی کتاب ﴿ الفتح الربانی ﴾ میں ہے اور ہم اسے عون المعبود جلد اول ص ۳۳۶ اور ص ۳۳۷ سے نقل کر رہے ہیں۔ اصل عبارت مطول ہے اور پوری عبارت کے نقل کرنے سے اُردو داں حضرات کو کوئی بڑا فائدہ

نہیں اور عربی داں حضرات اِسے اصل کتاب میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں اس لئے ہم یہاں صرف اس کا پورا ترجمہ نقل کر دیتے ہیں یہ بطور سوال و جواب کے ہے ٹھیک ترجمہ ملاحظہ ہو۔

سوال :۔ علماء اسلام کا سورۂ فاتحہ کے بارے میں اس شخص کے لئے کیا ارشاد ہے جو اپنے امام سے رکوع کی حالت میں ملا ہے، کیا امام کے سلام کے بعد اسے وہ رکعت ادا کرنی پڑے گی اس لئے کہ اس سے قیام وقرأت فوت ہوگئی ہے جیسے کہ صحیحین کی حدیث کے مفہوم کا اقتضاء ہے کہ جو پاؤ پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے تمام کرلو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پورا کرلو اور جیسے کہ اس کی موافقت میں طبرانی کی روایت میں حضرت ابوبکرہؓ والی حدیث میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ جو ملے پڑھ لے اور جو پہلے ہو چکی ہے اُسے قضا کر لے۔ یہ جملہ اس فرمان کے بعد ہے کہ خدا تیری حرص کو بڑھائے اب ایسا نہ کرنا۔ اور جیسے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں حضور ﷺ کو جس حالت پر پاؤنگا اُسی پر ہو جاؤنگا اور جو نماز پہلے گزر چکی ہو اُسے پھر پوری کرلونگا۔ ایک دن جب یہ پہنچے حضور ﷺ کچھ نماز پڑھ چکے تھے یا رکعت کا ایک حصہ ادا کر چکے تھے۔ جس حالت میں حضور ﷺ تھے یہ بھی اسی حالت میں مل گئے اور جب آپ ﷺ سلام پھیر چکے تب اپنی فوت شدہ رکعت ادا کر لی۔ حضور ﷺ نے فرمایا، معاذ نے تمہارے لئے اچھا طریقہ جاری کیا ہے تم بھی

اسی طرح کیا کرو۔ یا رکوع میں ملنے والا اس رکعت کا پانے والا ہے گو اُسے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا موقع نہیں ملا جیسے کہ مقتضی اس حدیث کا ہے جو صحیح ابن خزیمہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے ساتھ رکوع پالے اس سے پہلے کہ امام اپنی پیٹھ کھڑی کرے یقیناً اُس نے اُس رکعت کو پالیا۔ اس حدیث پر امام ابن خزیمہؒ نے یہ باب باندھا ہے۔ باب ہے بیان میں اس وقت کے جس میں مقتدی رکعت کو پالینے والا ہوتا ہے۔ اور بدلیل اس حدیث کے جسے دارقطنی لائے ہیں کہ جسکا امام ہو پس امام کی قرأت اسکی قرأت ہے گو حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں فرمایا ہے کہ اس روایت کی تمام سندیں بالاتفاق تمام حفاظِ حدیث کے ضعیف ہیں۔ حضرت امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کئی سندوں سے روایت کی گئی ہے لیکن سب سندیں ضعیف ہیں۔ ٹھیک بات یہ ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔ ابن ہمامؒ (حنفی) نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں اس کے کثرتِ طرق سے اس کو تقویت پہنچائی ہے۔ اور فقیہ صالح عقلی نے ابحاث مسدودہ میں بحث کر کے مسئلہ کے متلاشی کا تردد اور بڑھا دیا ہے۔ پس آپ مہربانی فرما کر وہ جواب عنایت فرمائیے جس سے دلجمعی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تمام مسلمانوں کی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

جواب :۔ بقیۂ حفاظ علامہ قاضی محمد بن علی شوکانی کا جواب صحیح دلیلوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ سورۂ فاتحہ کا ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا

ہر نمازی پر فرض ہے، خواہ وہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا ہو۔ امام اور اکیلے پر سورۂ
فاتحہ کی فرضیت تو ظاہر ہے مقتدی پر اس کی فرضیت اس حدیث سے ثابت ہے کہ
حضور ﷺ نے امام کے پیچھے سوائے سورۂ فاتحہ کے اور قرأت سے منع فرمایا اور
ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اور حدیث
میں ہے کہ جس شخص نے نماز کو اچھی طرح نہیں پڑھا تھا اُسے حضور ﷺ نے
سورۂ فاتحہ کا پڑھنا بتلا کر آخر میں فرمایا کہ اسی طرح ہر رکعت میں کرتا رہ۔ حاصل
کلام یہ ہے کہ صریح دلائل سے اتنا تو ثابت ہے کہ بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز نہیں
ہوتی۔ گو بظاہر ان دلیلوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پوری نماز میں ایک مرتبہ الحمد کا
پڑھ لینا کافی ہے لیکن بہت سی دلیلیں اس بات کی ہیں کہ ہر ہر رکعت میں اس کا
پڑھنا واجب ہے اور اس کی دلیلیں بہت واضح بالکل ظاہر اور صاف کھلی ہوئی
ہیں۔ جب یہ ثابت ہو گیا تو اب یہ بھی معلوم کر لینا چاہئے کہ حکم یہ ہے کہ امام کو
جس حال میں مقتدی پائے اسی حال میں مل جائے اور جو امام کرے وہی اُسے
بھی کرنا چاہئے۔ پس جو شخص امام کے قیام کے آخری وقت پہنچا اُسے اسی حالت
میں مل جانا چاہئے۔ جب یہ اللہ اکبر کہہ کر مل گیا اب اس پر اپنے امام کی تابعداری
ضروری ہے کیونکہ یہی حکم ہے، ارشاد نبوی ﷺ ہے جب امام رکوع کرے تم
بھی رکوع کرو جیسے حدیث میں ہے کہ امام اسی لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی
اقتداء کی جائے، یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ پس اگر مقتدی اپنے امام کے رکوع

میں چلے جانے کے بعد بھی کھڑا رہ گیا اور سورۂ فاتحہ پڑھتا رہا تو اس نے اپنے نبی ﷺ کے اس حکم کے خلاف کیا۔ پس صاف ثابت ہے کہ امام کے ساتھ اُسے مل جانا چاہئے اور اس کی مطابقت کرنی چاہئے اور اس کے رکوع کے ساتھ رکوع کرنا چاہئے۔ پھر حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ جس نے امام کے ساتھ رکوع پالیا اس سے پہلے کہ امام اپنی پیٹھ اُٹھائے تو اُس نے رکعت پالی۔ پس ثابت ہوا کہ یہ مقتدی جو امام کے رکوع کی حالت میں شامل نماز ہوا ہے اور سورۂ فاتحہ پڑھنے کا وقت ہی نہیں ملا اس نے بمجرد رکوع پالینے کے رکعت پالی، معلوم ہو گیا کہ یہ حالت مخصوص ہے سورۂ فاتحہ کے ہر ہر رکعت میں واجب ہونے سے۔ اور یہ بے ثبوت بات ہے کہ مقتدی اس حالت میں بھی سورۂ فاتحہ پڑھ کر امام کے ساتھ رکوع میں مل جائے۔ ایسا مطلب لینے سے تو یہ حدیث بالکل بے معنیٰ اور مہمل ہو جاتی ہے کہ جس نے امام کی کمر اُٹھانے سے پہلے امام کو پالیا، اس لئے کہ اس حدیث کا ظاہر بلکہ صراحت یہ ہے کہ مقتدی تکبیر کہہ کر جب امام سے اس کے رکوع کی حالت میں مل گیا اِس سے پہلے کہ امام سر اٹھائے تو اُس نے اس رکعت کو پالیا، گو سورۂ فاتحہ کا ایک حرف بھی پڑھنے کا موقع اُسے نہ ملا ہو۔ پس یہ پہلا امر ہے جس میں یہ شخص جسے اس مسئلہ میں شبہات وشکوک ہیں واقع ہوتا ہے اس لئے کہ جب یہ پہنچا اور امام کو رکوع کی حالت میں پایا، یا قیام کے بالکل آخری وقت میں پایا۔ پھر اس نے کھڑے ہو کر قرأت شروع کی اور یہ چاہا کہ امام سے اس کے رکوع

کے ختم ہونے سے پہلے ہی مل جائے تو اس نے اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کی جس کا عموماً حاصل ہونا محال ہے اسی وجہ سے وہ اس حدیث کو بیکار و مہمل چھوڑنے والا ہوا یعنی امام کو اُس کی پیٹھ اُٹھانے سے پہلے پا لینے کی حدیث کی مخالفت کرتا ہے اور اس کو دوسری مخالفت جو لازم آتی ہے یہ ہے کہ وہ ان حدیثوں کے بھی خلاف کرتا ہے جن میں امام کی اقتداء کا اور اس کے رکوع کے ساتھ رکوع کرنے کا اور اُس کے سر اٹھا کر سیدھا کھڑے ہونے کے ساتھ سیدھے کھڑے ہونے کا حکم ہے، اس کی تفصیل سنئے۔ یہ اس وقت پہنچتا ہے جب کہ امام رکوع میں ہے یا رکوع کے بعد اور اس نے سورۂ فاتحہ پڑھنا شروع کیا۔ اول سے آخر تک اس سورت کو پڑھا۔ فرمائیے، اب اس میں کیا شک رہ گیا کہ اس نے اپنے امام کی مخالفت کی۔ اس کے رکوع کے ساتھ رکوع نہیں کیا اور یہ بھی بہت ممکن ہے کہ اس کے سیدھے کھڑے ہونے کے ساتھ یہ سیدھے کھڑا بھی نہ ہو سکے حالانکہ حدیث کی رو سے امام کی متابعت ضروری ہے اور فرض کے خلاف حرام ہونا ہے۔ تیسری خرابی یہ ہے کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے جو شخص اپنے امام کو جس حال میں پائے اسی طرح کرے۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ امام کے ساتھ اسی حالت میں شامل ہو جانا کہ جس پر امام کو پایا ہے، لازم ہے اُسے اسی طرح کرنا چاہئے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ ایسا اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ امام کے رکوع کے ساتھ رکوع اور امام کے اعتدال کے ساتھ اعتدال ہو۔ اس نے امام کو تو کسی

اور حال میں پایا اور خود سورۂ فاتحہ پڑھنے لگا تو اس نے جس حالت میں امام کو پایا وہ کام نہیں کیا بلکہ اس حکم کے خلاف کیا جس کی تعمیل اس پر فرض تھی اور جس کی مخالفت اس پر حرام تھی۔ اور جب تجھ پر وہ خرابیاں کھل گئیں جو اس مقتدی پر بھی سورۂ فاتحہ واجب کہنے میں ہیں جو اپنے امام کو رکوع کی حالت میں یا اس کے بعد پائے اور تُو اس پر آگاہ ہو چکا کہ ایسا کرنے سے تین صحیح اور ثابت شدہ حدیثوں کی خلاف ورزی لازم آتی ہے تو صاف ثابت ہو گیا کہ حق وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ اِس حالت میں جو اس مقتدی کی ہے یعنی اپنے امام کو اس نے رکوع کی حالت میں پایا ہے یا رکوع کے بعد کی حالت میں ہے وہ مخصوص ہے سورۂ فاتحہ کی ہر نمازی کے اوپر فرضیت کا انکار نہیں ہوتا اس امر کی مزید تائید جن حدیثوں سے ہوتی ہے ان میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ جو امام کو سجدہ کی حالت میں پائے اُسے اس کے ساتھ میں شامل ہو جانا چاہئے۔ ہاں وہ اسے کچھ شمار نہ کرے (یعنی رکعت ملی ہوئی نہ سمجھے) یہ دلیل ہے اس پر کہ جو امام کو اس کے رکوع کی حالت میں پالے اور رکوع میں مل جائے وہ اس رکعت کو شمار کر لے بلکہ یہ حدیث بھی اس قابل ہے کہ اوپر جو خرابیاں بیان کر آئے ہیں ان کے ساتھ اسے چوتھی خرابی شمار کی جائے اور اس سے بھی مطلوب پر استدلال کیا جائے اور کہا جائے کہ جو شخص اپنے امام کے ساتھ اسی حالت میں شامل نہیں ہو جاتا پھر اس رکعت کو شمار کرتا ہے تو اس پر قطعاً یہ صادق آتا ہے کہ اس نے مرادِ حدیث کی

مخالفت کی۔ اس قدر بیان کافی ہے تو اسے مضبوط تھام لے اور اس مسئلہ میں جو جوش اور خلط ملط شک وتردد اور وسوسے اور افراط وتفریط ہو رہی ہے اُسے چھوڑ دے۔ **واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔**



اخبار محمدی دہلی

حضرت امام صاحبؒ کا مندرجہ بالا فتویٰ کسی حاشیہ کا محتاج نہیں۔ الحمد شریف کا پڑھنا مقتدی پر بھی فرض ہے۔ خاص رکوع ملنے سے رکعت ہو جائیگی چونکہ حدیث ہے اور اس وقت اسے الحمد پڑھنے کا وقت ہی نہیں ملتا اس لئے یہ صورت اس میں سے مخصوص ہے جس طرح وضو فرض ہے لیکن پانی کے نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کافی ہے اور جس طرح ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں لیکن مسافر پر دو ہی ہین، اس مخصوص صورت میں الحمد کے نہ پڑھے جانے اور اس کے معاف ہو جانے سے الحمد کی فرضیت پر مطلق اثر نہیں پڑتا جیسے کہ حنفیوں کے ہاں قیام فرض ہے پھر بھی وہ رکوع میں ملنے والے کی رکعت شمار کرتے ہیں اور قیام کی فرضیت کو باقی مانتے ہیں **واللہ تعالیٰ اعلم۔**



علماء غزنویہ کا فتویٰ

مولانا عبدالغفور بن محمد صاحب بن مولوی عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ ترجمۃ المشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۳۳۶ باب ماعلی الماموم کی فصل ثانی میں ایک حدیث کا ترجمہ ان الفاظ میں کرتے ہیں مع عربی اردو ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا جِئْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوا وَلَا تَعُدُّوْهُ شَيْئًا وَمَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ (رواہ ابو داؤد)۔

ترجمہ : روایت ہے ابو ہریرہؓ سے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس وقت کہ آؤ تم طرف نماز کے اور میں سجدہ میں ہوں تو تم سجدہ کرو اور نہ حساب میں رکھو اس کو کچھ، اور جس نے پایا رکوع ساتھ امام کے پس تحقیق کہ پائی اس نے رکعت نماز کی۔ روایت کی یہ حدیث ابوداؤد نے۔

اسی صفحہ کے حاشیہ نمبر ۷ پر تحریر فرماتے ہیں کہ جس نے پایا رکوع الخ۔ کہا شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے جمہور کے نزدیک اس حدیث میں رکعت سے رکوع مراد ہے۔ پھر کہا، ہوگا امام کو رکوع میں پانے والا، پانے والا اس رکعت کا، اور یہی مذہب ہے جمہور کا (نیل الاوطار)۔



صحابیٔ رسول ﷺ حضرت ابو ہریرہؓ کا

فیصلہ

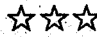
﴿ رکوع کی رکعت کے شمار ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ﴾

اسی کتاب کے صفحہ ۲۳۹ میں ابو ہریرہؓ کا فیصلہ امام مالک کی کتاب موطا سے موجود ہے، چنانچہ مع عبارت عربی اور ترجمہ اردو اسی کتاب ترجمۃ المشکوٰۃ سے ملاحظہ فرمائیں:۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ اَدْرَكَ السَّجْدَةَ وَمَنْ فَاتَتْهُ قِرَاءَةُ اُمِّ الْقُرْاٰنِ فَقَدْ فَاتَهٗ خَيْرٌ كَثِيْرٌ (رواه مالك)۔ ترجمہ: اور روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہ تحقیق وہ تھے کہتے کہ جس شخص نے پایا رکوع پس تحقیق پائی رکعت اور جس کی رہ گئی پڑھنی سورۂ فاتحہ پس تحقیق رہ گیا اس سے ثواب بہت (یعنی بوجہ رکوع میں ملنے کے وہ سورۃ فاتحہ نہ پڑھ سکا)۔

اس پر جو حاشیہ ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

حاشیہ نمبر ۱۰ : جس نے پایا رکوع کہا ابن عبدالبر نے استذکار میں جمہور فقہاء یہی کہتے ہیں کہ، جس نے امام کو رکوع میں پایا پس خود بھی تکبیر کہہ کر شامل ہو گیا امام کے اٹھنے سے پہلے تو اسکی وہ رکعت ہو جائیگی۔ یہی مذہب ہے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ اور اصحاب انکے کا۔ اور یہی مذہب ہے ثوریؒ اور

اوزاعیؒ اور ابو ثورؒ اور امام احمدؒ اور اسحاقؒ کا۔ اور یہی مروی ہے علیؓ اور ابن مسعودؓ اور زیدؓ اور ابن عمرؓ سے اور میں نے سند سے یہ نقل کیا ہے اپنی کتاب تمہید میں انتہی بلفظہ۔



مولانا محی الدین صاحب نومسلم مرحوم کا فتویٰ

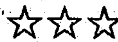
آپ اپنی کتاب بلاغ المبین کے صفحہ ۲۳۲ پر بایں الفاظ باب کا عنوان منعقد فرماتے ہیں :۔

رکوع میں امام کے ساتھ مقتدی کے ملنے سے اس رکعت کے شمار ہونے کے بیان میں پھر صفحہ ۲۳۳ کتاب ہذا پر پہلی حدیث وہی نقل فرماتے ہیں جو ہم نے اوپر مولانا عبدالغفور غزنوی کے ترجمہ مشکوٰۃ سے نقل کی ہے۔ پھر اس کا ترجمہ بایں الفاظ تحریر فرماتے ہیں۔ اور روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس وقت آؤ تم طرف نماز کے اور ہم سجدہ میں ہوں پس سجدہ کرو اور نہ حساب میں رکھو اس کو کچھ اور جس نے پایا رکوع یعنی امام کیساتھ پس تحقیق پائی اس نے رکعت۔ نیز تشریح فرماتے ہیں کہ مجمع البحار میں لکھا ہے **من ادرک رکعۃ فقد ادرک الصلوٰۃ** یعنی جس شخص نے پایا رکوع پس تحقیق پائی اس نے رکعت یعنی جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں جا ملا اس کی رکعت ادا ہوگئی۔

اسی طرح اپنی اسی کتاب بلاغ المبین میں متعدد احادیث لاکر ثابت کیا ہے

کہ رکوع میں ملنے والے کی وہ رکعت شمار کی جائے گی۔ تسلّی کے لئے ملاحظہ ہو بلاغ المبین۔ از: مولانا محی الدین صاحب مرحوم (نومسلم) اہل حدیث۔

الحمدللہ! اب وہ بات بھی نہ رہی جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ میاں جماعت غرباء اہل حدیث کے سوا اور کوئی بھی نہیں کہتا کہ امام کے ساتھ رکوع میں ملنے والے کی وہ رکعت شمار کی جائے۔ ثم الحمدللہ۔ حالانکہ مولانا عبدالغفور غزنوی اور مولانا محی الدین بھی اس بات کے قائل ہیں کہ بغیر فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔ معلوم ہوا کہ رکوع میں ملنے والے کی اس رکعت کا شمار ہونا ایک الگ مسئلہ ہے اور سورۂ فاتحہ کا نہ پڑھنا ایک الگ مسئلہ ہے۔



نقل فتوی

مولانا حافظ ابومحمد عبدالستارؒ صاحب

(امام جماعت غرباء اہلحدیث)

سوال ۲۳۳ : رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے اور بلا فاتحہ پڑھے کوئی نماز ہی نہیں ہوتی، کیا جواب ہے ؟

سائل: مولانا خضر صاحب۔ از کھولاہاٹی، ضلع رنگپور

جواب ۲۳۳ : مسئلہ علی التعمیم یہی ہے کہ بلا قرأت فاتحہ

نماز نہیں ہوتی مگر تعمیم کے بعد تخصیص بھی ہوا کرتی ہے لہٰذا رکوع کی رکعت بوجہ دیگر ادلہ شریعہ واحادیث صریحہ اس سے مخصص ہے چنانچہ عون المعبود شرح ابی داؤد وغیرہ میں اس کی مفصل ومبسوط بحث موجود ہے نیز علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی نور العین من فتاوی شیخ حسین کے صفحہ ۴۶ اپر رقمطراز ہیں:

ثم ثبت بحديث من ادرك مع امام ركعة قبل ان يقيم صلبه فقد ادركها ان هذا الداخل مع الامام الذى لم يتمكن من قراة الفاتحه فقد ادرك الركعة بمجرد ادراكه له راكعا فعرفت بهذا ان مثل هذه الحالة مخصصة من عموم ايجاب قراة الفاتحة فى كل ركعة الى قوله فان ظاهره بل صريحه ان الموتم اذا وصل والامام راكع وكبر وركع قبل ان يقيم الامام صلبه فقد صار مدركا لتلك الركعة وان لم يقرء حرفا من حروف الفاتحة۔ یعنی نبی ﷺ کا فرمان ہے جس شخص کو امام کی پیٹھ سیدھی کرنے سے پہلے پہلے رکوع مل گیا اس کی رکعت ہو گئی۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہوا کہ یہ امام کیساتھ رکوع میں داخل ہونے والا جس نے قرأت فاتحہ پر قدرت نہیں پائی تو رکوع میں ملنے سے ہی اس کی رکعت ہو گئی اور یہ حالت قراۃ فاتحہ کی وجوبی تعمیم سے مخصص ٹھہری۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا ظاہر بلکہ اس کا صریح یہی ہے کہ مقتدی جب صف میں اس

حالت میں آئے کہ امام رکوع میں ہو اور امام کی کمر سیدھی کرنے سے پہلے اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جھک جائے تو یقیناً اسکی رکعت ہو جائیگی اگرچہ اس نے سورۂ فاتحہ کا ایک حرف بھی اس رکعت میں نہ پڑھا ہو۔ انتہی۔ کیونکہ سورۂ فاتحہ کا وجوب شارع علیہ الصلوۃ والسلام سے حالت قیام میں ثابت ہے نہ کہ حالت رکوع میں۔ پس جو شخص حالت قیام میں آ کر ملے اور سورۂ فاتحہ نہ پڑھے یقیناً اسکی نماز بموجب حدیث **لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ** وغیرہ احادیث صحیحہ صریحہ کے نہ ہوگی۔ اور جو شخص رکوع میں آ کر ملا تو اب یہ حالت بدل گئی۔ اس حالت میں اس پر قرأت فاتحہ واجب نہیں بلکہ حدیث **اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤتَمَّ بِهٖ** اور **فَلْيَصْنَعْ كَمَا يَصْنَعُ الْاِمَامُ** کی رو سے رکوع میں جھکنا واجب ہے۔ **فلو توقف الموتم عن الركوع بعد ركوع الامام واخذ يقرء فاتحة الكتاب لكان مخالفا لهذا الامر** ایسی حالت میں اگر مقتدی کھڑا رہا اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر پھر رکوع میں گیا تو اس نے حدیث مذکورہ بالا کی مخالفت کر کے ایک جرم کا ارتکاب کیا۔

پس یہ حکم کہ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جائے گی اور بلا فاتحہ پڑھے کوئی نماز نہیں ہوتی دو حالتوں پر مبنی ہے یعنی جو شخص حالت قیام میں ملا بے شک اس کی نماز بلا فاتحہ ہرگز نہ ہوگی اور جو حالت رکوع میں ملا اس کی رکعت ہو جائیگی۔

(كما هو مبين في موضعه)۔

بعض لوگ حدیث فاتحہ اور حدیث رکعت رکوع میں بظاہر تعارض دیکھ کر ایک کا انکار اور ایک کا اقرار کرتے ہیں جو ہرگز درست نہیں بلکہ ہر دو حدیث اپنے اپنے محل پر قابل تعمیل وتسلیم ہیں۔ اسکی مثال یوں سمجھئے کہ زید کہتا ہے ظہر عصر کی نماز بغیر چار رکعت پڑھے نہیں ہوتی اور پھر کہتا ہے کہ دو رکعت پڑھنے سے بھی ہو جاتی ہے، تو زید کا یہ کہنا دو حالتوں اور دو شخصوں پر محمول ومنی ہے یعنی مقیم کی نہیں ہوتی اور مسافر کی ہو جاتی ہے اسی طرح بلا فاتحہ نماز نہیں ہوتی اور رکوع میں ملنے سے ہو جاتی ہے یعنی قیام میں ملنے والے کی نہیں ہوتی اور رکوع میں ملنے والے کی ہو جاتی ہے **فَلَا تَعارُضَ بین الادلة ولا تناقض فیها فافهم و تدبر۔**

نیز علامہ شوکانیؒ نے **نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار** جلد ۳ کے ص ۳۱ میں مدرک رکوع کا مدرک رکعت ہونا علماء سے ثابت کیا ہے۔

حیث قال المراد بها هنا الرکوع وکذالك قوله فی حدیث ابی هریرة من ادرك رکعة من الصلوٰة فیکون مدرك الامام راکعا مدرکا لتلك الرکعة والی ذلك ذهب الجمهور۔

نیز علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح بخاری فتح الباری کے پ ۲ صفحہ ۲۵۶ میں باوجود مدعی فرضیت فاتحہ ہونے کے صاف الفاظ میں رقمطراز ہیں **ان المسبوق یدرك الرکعة بتمامها بادراك الرکوع** یعنی رکوع میں ملنے سے رکعت پوری ہو جاتی ہے۔ اسی طرح علامہ نوویؒ شارح صحیح مسلم بھی

باوجود ادعاء فرضیت فاتحہ کے مدرک رکوع سے فرضیت فاتحہ کو ساقط بتاتے ہیں چنانچہ مسلم مطبوعہ انصاری کے صفحہ ۱۴۵ میں مرقوم ہے **فانہا رای قراة الفاتحة تَسقُطُ عن المسبوق اذا ادرك الامامَ راكعا۔**

(مفتی) ابومحمد عبدالستار غفرلہ والدیہ الغفار

منقول از فتاوی ستاریہ جلد اول صفحہ ۱۷۱



کیا رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے؟

تحریر: فضيلة الشيخ عبد الله بن جار الله الجار الله

(ترجمہ: حافظ محمد الیاس سلفی۔ فاضل مدینہ یونیورسٹی)

ہفت روزہ ابلاغ ۷رصفر ۱۴۰۱ھ کے شمارہ میں ایک مقالہ شائع ہوا۔ جس کا عنوان تھا اس نمازی کا حکم جو امام کو رکوع کی حالت میں پائے۔ اور اس مقالہ کا خلاصہ یہ تھا کہ اگر کوئی شخص نماز میں رکوع کی حالت میں آ کر ملا تو اس کی رکعت پوری نہیں ہوتی بلکہ قرأت فاتحہ فوت ہو جانے کی وجہ سے اس کو یہ رکعت دوبارہ پڑھنی چاہیے۔

میں نے اس اہم مسئلہ کے بارے میں علماء نجد کے چند فتاوے پائے، میں چاہتا ہوں کہ قارئین کرام کے سامنے انہیں پیش کروں۔

(۱) شیخ عبداللہ بن شیخ عبداللطیفؒ سے یہ سوال کیا گیا کہ کوئی شخص امام کو

رکوع کی حالت میں پائے اور وہ بھی رکوع میں امام کے ساتھ مل جائے تو کیا اس شخص کی یہ رکعت ہو جائے گی؟

آپ نے جواب دیا کہ اس میں تو شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے کہ جو شخص امام کیساتھ رکوع میں مل جائے اور قرأت فاتحہ اُس سے فوت ہو جائے تو اسکی رکعت ہو جاتی ہے اور اسکی نماز کی صحت میں کوئی شک نہیں، ہمارے ہاں اسی پر عمل چلا آرہا ہے اور اسی پر ہمارے علماء ومشائخ کے فتوے ہیں۔

(۲) نجد کے ایک اور چوٹی کے عالم الشیخ ابراہیم بن عبداللطیف اس مسئلہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ رکوع کی رکعت کے بارے میں ہمارے ائمہ سلف صالحین نے جو لکھ دیا ہے وہ ہمارے لئے کافی ہے اور ہم صحیح مسلک ہونے کی وجہ سے ان ہی کے فتوے اور مسلک پر قائم ہیں کیونکہ یہ مسئلہ صحیح حدیث سے ثابت ہے اور ہم اس ضمن میں اختلاف وانشقاق کی باتوں کو چھوڑتے ہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دین میں اختلاف وانشقاق کی باتیں کرنا مذموم ہیں اور ہمارے شیخ محمد بن عبدالعزیز نے رکوع کی رکعت کے بارے میں جو فتویٰ دیا ہے وہ بالکل ٹھیک اور درست ہے کہ رکوع کی رکعت ہو جاتی ہے کیونکہ تمام اہل علم کا یہی مسلک ہے کہ رکوع کی رکعت ہو جاتی ہے اور اس بارے میں وہی شخص اختلاف کرسکتا ہے جو علم سے کورا ہو۔

(۳) شیخ محمد بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص امام کے رکوع

سے سر اُٹھانے سے قبل رکوع میں آکر مل جائے اور اطمینان سے رکوع کرے تو ایسی صورت میں اس کی رکعت بغیر کسی شک وشبہ کے ہو جاتی ہے۔ یہی ہمارے سلف صالحین سے مروی ہے اور اسی پر صحابہ کرام تابعین عظام اور چاروں امام ابو حنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ کا عمل ہے اور سلف سے اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ملتا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے رکوع کی رکعت کے ہو جانے کے بارے میں امت کا اجماع نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں اس وقت پہنچا کہ امام رکوع میں ہے اور اس شخص کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ قرأت فاتحہ پوری کرے تو اس کو چاہئے کہ امام کیساتھ رکوع میں شامل ہو جائے اور اتفاق امت سے اس شخص پر یہ ضروری نہیں ہے کہ فاتحہ پڑھے اور اگر اس کے پاس اتنا وقت ہے کہ وہ سورۂ فاتحہ پڑھ سکتا ہے اور پھر نہیں پڑھتا تو ایسی حالت میں جمہور علماء کے نزدیک اس کی نماز ہو جائے گی لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک ضروری ہے کہ وہ فاتحہ پڑھے۔ لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک بھی اگر کوئی شخص ایسی حالت میں آیا کہ امام رکوع میں ہے تو اس کو چاہئے کہ امام کے ساتھ رکوع میں مل جائے، اس سے قرأت فاتحہ ساقط ہو جائے گی اور اس کی یہ رکعت پوری ہو جائے گی۔ انتہی کلام ابن تیمیہؒ۔

ان اقوال اور فتاویٰ سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی ہے کہ اگر مسبوق

سے فاتحہ فوت ہوگئی ہے اور وہ رکوع میں امام کے ساتھ مل گیا ہے تو اس کی رکعت ہو جاتی ہے۔

اس بارے میں ابو بکرہؓ کی روایت جو امام بخاریؒ نے ذکر کی ہے، بالکل حجت ہے کہ ابو بکرہؓ نماز میں اس حالت میں شامل ہوئے کہ حضور اکرم ﷺ رکوع میں جا چکے تھے تو انہوں نے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا۔ اور پھر حضور اکرم ﷺ سے اس کیفیت کے بارے میں ذکر کیا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تمہیں نیکی کے کاموں میں سبقت کی اور زیادہ توفیق دے اور اب اس رکعت کو نہ لوٹانا (رکوع میں ملنے سے رکعت ہوگئی ہے)۔

اسی طرح ابوداؤد، احمد اور نسائی نے ابو ہریرہؓ کی حدیث نقل کی ہے کہ جس نے رکوع پالیا اس کی نماز ہوگئی (اس کو رکعت لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے) اور اس حدیث پر امام ابن خزیمہؒ نے اور امام مجد الدینؒ نے بھی المنتقی میں باب باندھا ہے کہ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اس حالت میں ملا کہ اس سے رکوع فوت ہوگیا تو اس کی رکعت نہیں ہوئی۔

(لیکن اگر رکوع کی حالت میں مل گیا تو اسکی رکعت ہوگئی)۔

(۴) شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ ﴿ **کتاب آداب المشی الی الصلوٰۃ** ﴾ (نماز کی طرف چلنے کے آداب) میں فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کیساتھ رکوع کی حالت میں ملا اسکی نماز ہوگئی کیونکہ اس نے امام کیساتھ رکوع کو

پالیا ہے کیونکہ یہ بات حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے فعل سے ثابت ہے اوران دونوں کیخلاف کسی صحابہ نے کچھ نہیں کہا ہے۔ **کتاب الدرس السنیة فی الاجوبة النجدیة المجلد ۳ الجزء الرابع ص ۱۹۳ ۔ ۱۹۱ ۔**

(۵) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اگر مسبوق کو اتنا وقت نہ ملے کہ وہ امام کے ساتھ سورۂ فاتحہ پڑھ سکے تو وہ امام کیساتھ رکوع میں شامل ہو جائے اور اتفاق امت سے اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ سورۂ فاتحہ کو پورا کرے۔ اگرچہ اس میں اختلاف ہے لیکن وہ شاذ اور نہ ہونے کے برابر ہے **مختصر فتاویٰ المصریة لابن تیمیة ص ٥٩ ۔**

(٦) امام نوویؒ شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ اور ان کے اصحاب کا قول ہے اگر مسبوق امام کے ساتھ رکوع کی حالت میں ملا اور اُس نے کھڑے ہو کر تکبیر کہی اور پھر رکوع میں چلا گیا اور اس شخص نے رکوع کو تسلّی سے پورا کرلیا۔ یعنی امام کے سر اٹھانے سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لئے تو اس شخص نے اس رکعت کو پالیا۔

اور ہم اسی بات کو صحیح اور درست جانتے ہیں کہ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے جیسا کہ امام شافعیؒ ان کے اصحاب اور تمام جمہور علماء محدثین کا یہی قول ہے۔ اور اس کے شواہد میں کثیر احادیث وارد ہیں جن پر تمام لوگ عامل ہیں۔ شرح المہذب للنوویؒ، جلد ۴ ص ۱۱۴ ـ ۱۱۳۔

کچھ اعتراضات اور اُن کے جوابات

سائل : مولانا سیف الدین حیدر آبادی

سوال : (۱) رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے؟ (۲) قیام اور قرأت سورۂ فاتحہ فرض اور واجب ہے یا نہیں؟ (۳) حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے **كان يقول لا يركعن احدكم حتى يقرأ بفاتحة الكتاب وقال كانت عائشة تقول ذالك** یعنی کوئی شخص رکوع نہ کرے تاوقتیکہ سورۂ فاتحہ نہ پڑھ لے۔ حضرت عائشہؓ بھی یہی فرماتی ہیں۔

(جزء القرأت للامام البخاری) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں جب تک تو امام کو رکوع سے پہلے کھڑا ہوا نہیں پائیگا تیری رکعت نہیں ہوگی۔

نیز عون المعبود جلد ۱ ص ۲۳۲ پر ایک روایت یوں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص امام کو حالت رکوع میں پائے وہ رکوع میں امام کے ساتھ مل جائے اور رکعت کو لوٹا لے۔ پس ان روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی ہے لیکن بعض احباب کہتے ہیں کہ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے۔ تو ان روایات کا کیا مقصد ہے؟

جواب : (۱) رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے **اذا جئتم والامام راكع فاركعوا وان كان ساجدا فاسجدوا ولا تعتدوا بالسجود اذا لم يكن معه الركوع۔** یعنی تم

مقتدی مسجد میں اس وقت پہنچو کہ امام رکوع میں ہے تو تم رکوع میں مل جاؤ اور اگر امام سجدہ میں ہے تو تم بھی سجدہ میں چلے جاؤ اور سجدہ کو رکعت میں شمار نہ کرو جبکہ اس کے ساتھ رکوع نہ ملا ہو (سنن بیہقی ج۲ص۸۹)۔

پس اس حدیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سجدہ میں ملنے سے رکعت شمار نہیں ہوگی اور رکوع میں مل جانے سے رکعت شمار ہوگی۔

(۲) قیام اور قرأت فاتحۃ الکتاب اپنے محل پر فرض ہے، حالت رکوع اُس سے مستثنیٰ ہے یعنی رکوع میں ملنے سے قیام اور قرأۃ فاتحہ ساقط ہوگی اور رکوع سے پہلے جماعت میں ملنے پر فرض اور واجب رہیگی۔ چنانچہ نماز ظہر اپنے محل یعنی حضر میں چار رکعتیں فرض ہیں اور سفر میں دو رکعتیں فرض ہیں۔ سفر میں دو رکعتیں ساقط ہوگئیں۔ پس سفر میں دو رکعتوں کے ساقط ہونے پر حضر میں دو رکعات کا سقوط اور نفی لازم نہیں آئیگی۔

(۳) حضرت ابوسعید خدریؓ اور مائی عائشہؓ کے قول کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص امام کو حالت قیام میں پائے وہ چپ چاپ نہ کھڑا رہے بلکہ رکوع میں جانے سے پہلے سورۂ فاتحہ ضرور پڑھ لے۔ اور یہ مفہوم لینا کہ امام رکوع میں ہو اور مقتدی بغیر سورۂ فاتحہ پڑھے رکوع نہ کرے بلکہ سورۂ فاتحہ پڑھتا رہے تو یہ حضور ﷺ کے اس فرمان کے خلاف ہوگا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ امام کو جس حالت میں پاؤ مل جاؤ۔ حضرت ابوہریرہؓ کا قول بھی اس شخص کے حق میں

ہے جو مسجد میں موجود ہے لیکن امام کے حالت قیام میں بات چیت کرتا رہتا ہے یا اور کسی شغل میں مصروف رہ کر دیدہ و دانستہ قیام اور قراۃ سورۂ فاتحہ کو ضائع کرتا ہے، جب دیکھتا ہے کہ امام رکوع میں چلا گیا ہے تو وہ بھی دوڑ کر رکوع میں شامل ہو جاتا ہے اور جو شخص مسجد میں اس وقت آتا ہے کہ امام رکوع میں ہے اور وہ امام کے سر اٹھانے سے پہلے رکوع میں شامل ہو جاتا ہے تو اس کی یہ رکعت ہو جائیگی چنانچہ یہی حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں **من ادرك ركعة من الصلوٰة فقد ادركها قبل ان يقيم الامام صلبه** (عون المعبود ج ا ص ۳۳۵)۔ یعنی جو شخص امام کی پیٹھ اٹھانے سے پہلے رکوع میں شامل ہو جائیگا اسکی وہ رکعت ہو جائیگی۔ آپ نے جو مرفوع روایت نقل کی ہے اس کے متعلق عون المعبود میں لکھا ہے اسکی کوئی اصل نہیں ہے یعنی یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ فقط۔ کرم جلیلی عفی عنہ۔



موسم گرما میں نماز فجر اسفار میں پڑھنی مسنون ہے

پہلی حدیث :۔ **عَنِ الرَّافِعِ بِنْ خَدِيْجٍ عَنِ النَّبِيِّ** ﷺ **قَالَ اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ** (رواہ النسائی)۔ یعنی فرمایا نبی ﷺ نے کہ فجر کی نماز اسفار کر کے پڑھا کرو۔ یہ حدیث سنن نسائی میں ہے۔

دوسری حدیث :۔ **عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ ابْنِ لَبِيْدٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهٖ**

مِنَ الْاَنْصَارِ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْفِرُوْا بِالصُّبْحِ فَاِنَّہٗ اَعْظَمُ بِالْاَجْرِ (رواہ النسائی) ۔ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ فجر کی نماز میں (اس حد تک) جس قدر اسفار کرو گے اُس قدر زیادہ ثواب ملے گا۔ اس حدیث کو امام نسائی نے باب الاسفار میں بیان کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام نسائی کا یعنی محدثین کا مسلک یہی تھا۔

تیسری حدیث :۔ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَصْبِحُوا بِالصُّبْحِ فَاِنَّہٗ اَعْظَمُ لِاُجُوْرِکُمْ رواہ الخمسہ وصححہ الترمذی وابن حبان ۔ یعنی روایت ہے صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم رافع بن خدیج سے کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو خوب روشن کرو پس بیشک یہ روشن کرنا یعنی خوب روشن کر کے نماز ادا کرنا بڑا اجر رکھتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اَصْبِحُوْا بمعنی اَسْفِرُوْا کے ہے جیسا کہ دوسری روایت میں صاف طور پر آ چکا ہے اور محدثین نے اسفار کا لفظ غلس کے بالمقابل استعمال کیا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسفار غلس کے عکس کو کہتے ہیں۔ لغت کی مشہور کتاب قاموس میں بھی یونہی لکھا ہے جیسا کہ شارح بلوغ المرام رقمطراز ہیں کہ صاحب قاموس نے لکھا ہے جن لوگوں نے مذکورہ بالا حدیث اور حوالہ لغت سے یہ سمجھا ہے کہ اسفار سے صبح صادق کا یقینی طور پر ہو جانا مراد ہے، حالانکہ حدیث کا یہ مقصد نہیں بلکہ حدیث مذکورہ سے صبح صادق

کا یقیناً ہو جانے کے بعد دیر کرنا مراد ہے، آجکل کے علماء جسکے قائل نہیں۔ نیز علامہ صاحب **مِسْكُ الْخِتَام** نے بھی یہی لکھا ہے کہ **اَصْبِحُوْا بِالصُّبْحِ** کے معنی یہ ہی ہے۔ صبح کنید بصبح و در روشنی وگذارید نماز بائدادرا و در روشنی بدل اصبحوا اسفرو بالفجر آمدہ اسفار کنید بفجر وحاصل ہر دو عبارت یکے است وظاہر وتبادلہ از عبارت حدیث آنست کہ شروع در نماز وقت اصباح واسفار کنید واسفار صبح انکشاف وتنور وانتشار اوست۔ یعنی اس حدیث سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ فجر کی نماز اسفار میں شروع کریں اور اسفار کہتے ہیں انکشاف وتنور کو یعنی جس وقت روشنی خوب پھیل جاوے۔

پس میرے بھائیو! ان جملہ احادیث مفصلہ ومشرحہ سے اس امر کی بخوبی توضیح ہوگئی کہ نماز فجر کا وقت اسفار بھی ہے۔

موسم سرما میں نمازِ فجر غلس میں پڑھنا مسنون ہے

اب لیجئے غلس والی حدیث کہ جس میں نمازِ فجر غلس میں پڑھنے کا ثبوت ہے چنانچہ بروایت ابو برزہ اسلمیؓ مروی ہے **قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ** ﷺ **يُصَلِّي الْعَصْرَ اِلٰى اَنْ قَالَ وَ كَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حِيْنَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيْسَهٗ وَكَانَ يَقْرَءُ بِالسِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ** ۔ متفق علیہ **وَعِنْدَهُمَا مِنْ حَدِيْثِ جَابِرٍ حَيْثُ قَالَ وَالصُّبْحُ كَانَ يُصَلِّيْهَا بِغَلَسٍ وَلِمُسْلِمٍ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ مُوْسٰى فَاَقَامَ الْفَجْرَ**

حِيْنَ انْشَقَّ الْفَجْرُ وَالنَّاسُ لَايَكَادُ يَعْرِفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔ یعنی
رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز غلس میں بھی پڑھا کرتے تھے پس ان احادیث کے
اجتماع سے ہمارے (اہلحدیث) کے نزدیک تو فجر کی نماز کے درمیان فرق ثابت
ہوگیا اور دیگر علماء مذہبیہ بے استادوں کے نزدیک تناقض و تعارض پیدا ہوگیا
کیونکہ بعض حدیث میں صلوۃ فجر کے واسطے اسفار کرنا آیا ہے اور بعض میں غلس،
پس ہمارے برادر احناف نے تو حدیث کے عمل سے کورے ہونے کی بناء پر اور
حدیث کو علم ظنی سمجھتے ہیں اس وجہ سے انہوں نے اسفار والی حدیث کو ہی پکڑ لیا
ہے یعنی وہ ہمیشہ خواہ گرمی ہو یا سردی اسفار ہی کر کے پڑھتے ہیں اور شافعیوں
نے غلس والی حدیث کو اپنا معمول ٹھہرالیا ہے وہ ہمیشہ خواہ سردی ہو یا گرمی نماز
فجر غلس میں ہی ادا کرتے ہیں یعنی صبح صادق کے پندرہ بیس منٹ بعد ہی ہمیشہ
نماز کی نیت باندھ لیتے ہیں، سو یاد رہے کہ مسئلہ ہذا میں یہ دونوں مذہب اور
دونوں طریقہ غلط ہیں کیونکہ وہ غلس والی حدیث کے منکر اور تارک ہیں اور یہ
اسفار والی حدیث کے تارک ہیں۔ اہلحدیث کا یہ مذہب نہیں ہیکہ حدیثوں کو تطبیق
نہ دیں اور ان کو آپس میں ٹکرا کر ہمیشہ سردی اور گرمی میں ایک ہی حدیث پر عمل
کرتے رہیں، دوسری حدیث کو متروک العمل بنا کر چھوڑ دیں، بلکہ اہلحدیث کا
مذہب یہ ہیکہ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا کیونکہ ہمارے پیارے رسول اللہ ﷺ
نے ہم کو یہی تعلیم دی ہے. لَا تَضْرِبُوْا بَعْضَهَا بِبَعْضٍ اَوْ كَمَا قَالَ۔

ہم بفضلہ تعالیٰ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ کے مصداق ہرگز نہیں پس ہمارے نزدیک دونوں حدیثین اپنے اپنے وقت میں معمول بہا ہیں، یعنی گرمیوں میں صبح کی نماز باجماعت اسفار یعنی اجالا کر کے پڑھیں اور جاڑوں میں تغلیس میں پڑھیں۔ رفع دخل مقدر کا یعنی ایک پوشیدہ اعتراض کا جواب اگر جناب یا کوئی دیگر احباب فرماویں کہ حدیث میں تو گرمی و سردی کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ مطلق اسفار اور غلس کا ذکر ہے یعنی خوب اجالا کر کے پڑھنے اور صبح صادق ہو جانے کے بعد جو اندھیرا ہوتا ہے اسمیں پڑھنے کا ذکر ہے تو اسکے متعلق بھی عاجز اپنی طرف سے کچھ لکھنا نہیں چاہتا بلکہ یہ تقید اور تخصیص بھی انشاء اللہ حدیث نبوی سے ہی ثابت ہو جائیگی۔ اللہ عمل کی توفیق دے۔

چنانچہ علامہ صاحبِ مِسك الختام بعد بیان اختلاف مذاہب کے تردیداً رقمطراز ہیں :۔ وحدیثے از معاذ بن جبل می آمد کہ گفت فرستاد مرا پیغمبر خدا ﷺ بہ یمن فرمود در شتا تغلیس کن وتطویل کن کہ شب کوتاہ ست و مردم خواب ناک توقف کن تا ہمہ حاضر آیند و گفتہ اند کہ ایں بر تقدیری ست کہ ہمہ حاضر آیند بعض اگر ہمسایہا تاخیر کند پس اولیٰ تاخیر ست بی خلاف۔

نیز علامہ صاحب منتقی الاخبار نے اپنی کتاب مذکور قابل قدر میں بایں الفاظ باب منعقد فرما کر کئی حدیثیں بیان فرمائی ہیں :۔ **باب وقت صلوۃ الفجر وماجاء فی التغلیس بها والاسفار۔** یعنی باب ہے صلوۃ فجر کے اوقات

کے بیان میں اور اس بیان میں کہ تغلیس کس وقت کرنی چاہیئے اور اسفار کس وقت۔ چنانچہ باب مذکور میں علامہ مذکور نے کئی حدیثیں بیان کر کے آخر دو حدیثوں پر فیصلہ کیا ہے۔ اول تو یہ ہے :۔ **عَنْ اَبِیْ الرَّبِیْعِ قَالَ کُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَقُلْتُ لَهٗ اِنِّیْ اُصَلِّیْ مَعَكَ ثُمَّ الْتَفَتُّ فَلَا اَرٰی وَجْهَ جَلِیْسِیْ ثُمَّ اَحْیَانًا تُسْفِرُ قَالَ کَذَالِكَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ** صلی اللہ علیہ وسلم (رواہ احمد) ۔ یعنی روایت ہے ابوالربیع سے کہا اس نے کہ میں عبداللہ بن عمرؓ صحابیؐ رسول کیساتھ نماز پڑھتا تھا سو کبھی تو وہ فجر کی نماز غلس میں پڑھاتے حتی کہ میں اپنے ہمنشین کا چہرہ بھی نہیں دیکھ سکتا تھا اور کبھی اسفار کر کے یعنی روشنی میں پڑھاتے تھے۔ سو میں نے ایک دن اس تفریق کی وجہ دریافت کی تو عبداللہ بن عمرؓ نے جواباً فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تفریق کیساتھ نماز فجر پڑھتے ہوئے دیکھا ہے پس میں بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو پسند کرتا ہوں۔ پس حدیث ہذا سے روزِ روشن کی طرح فرق بین صلوٰۃ الفجر ثابت ہو گیا۔ اور اگر اب بھی کچھ شک و شبہ باقی رہ گیا ہو تو امام بغویؒ کی شرح مسند میں بقی بن مخلا کی مصنف میں و ابو نعیم کی حلیہ میں اور منتقی من اخبار المصطفیٰ میں گرمی اور سردی میں نمازِ فجر کے ادا کرنے کا طریقہ و عمل خود رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا موجود ہے۔

معاذ بن جبل کی روایت میں ہے **قَالَ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ** صلی اللہ علیہ وسلم **اِلَی الْیَمَنِ فَقَالَ یَا مُعَاذُ اِذَا کَانَ الشِّتَاءُ فَغَلِّسْ بِالْفَجْرِ وَاَطِلِ الْقِرَأةَ**

قَدْرَ مَا يُطِيقُ النَّاسُ وَلَا تُمِلَّهُمْ وَاِذَا كَانَ الصَّيْفُ فَاَسْفِرْ بِالْفَجْرِ فَاِنَّ اللَّيْلَ قَصِيْرٌ وَّالنَّاسُ يَنَامُوْنَ فَاَمْهِلْهُمْ حَتّٰى يُدْرِكُوْا۔ یعنی روایت ہے معاذ بن جبلؓ سے کہا معاذؓ نے کہ بھیجا مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے امام بنا کر یمن کی طرف پس فرمایا آپ ﷺ نے کہ اے معاذ! جب جاڑے کا موسم ہو تو فجر کی نماز غلس میں پڑھا کرو اور قرات لمبی کرنا بقدر طاقت لوگوں کی (یعنی اتنی لمبی قرات نہ کرنا کہ جس سے لوگ اکتا جائیں اور پھر بوجہ تطویل قرأت کے نماز ہی میں نہ آویں) اور جب گرمی کا موسم ہو تو فجر کی نماز اسفار میں پڑھا کرو کیونکہ موسم گرما میں راتیں چھوٹی ہوتی ہیں اور لوگوں کی نیند نہیں بھرتی لہٰذا تو گرمی میں فجر کی نماز دیر کر کے پڑھنا تا کہ لوگ جماعت میں شامل ہوسکیں (یہ حدیث امام بغویؒ کی شرح سنہ میں ہے)۔ اسی طرح موسم سرما میں راتیں بڑی بڑی ہوتی ہیں لوگوں کی نیند جلدی بھر جاتی ہے۔ لہذا سردی میں نماز فجر سویرے غلس میں پڑھنی چاہیے۔

اے برادران اہلحدیث! کیا نبی ﷺ کے ان پیارے منہ بولے الفاظ کے ہوتے ہوئے بھی لب کشائی کی ضرورت ہوسکتی ہے؟ ہمارے علماء کرام نجات اخروی چاہتے ہوں تو مذہبی باتوں اور اختلافات کو دریا برد کر کے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو اپنا معمول بنائیں۔ فقط۔ **ھذا ما عندی واللّٰہ اعلم وعلمہ اتم۔**

ابو محمد عبدالواحد غفرلہ ولوالدیہ الغفار